

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حق حاکم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



خدا م اہل سنت کی دُعا

● ● ● اناہم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ● ● ●

خدا یا اہل سنت کو جہاں میں کامرانی دے
تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو
صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیردی بھی کر عطا ہم کو
صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں
تیرے کن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
ہو آگینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو
تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خدام

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہر ناداں

تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضاواں



((صلی علیہ وسلم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ))

یا اللہ بک

عزیز مہربان رحیم اللطیف اللہ تعالیٰ

عزیز مہربان

عزیز مہربان

ماہیتنا
حق تعالیٰ
لا ہو

عزیز مہربان

عزیز مہربان

جلد 39 شماره 019 - تاریخ اشاعت: 1440ھ - 2019ء

زیر نگرانی
مجلس تدریس و تالیف
مفت محمد طاہر رحمہ اللہ

جلد 39 شماره 019
مجلس تدریس و تالیف
مفت محمد طاہر رحمہ اللہ

بدل اشتراک

صاحب
منظور حسین

اندرون ملک: فی پرچہ 35 روپے سالانہ چھہ 350 روپے
برون ملک: شرفی و ملی 85 روپے سالانہ چھہ 850 روپے

مدیر مسئول
محمد مسعود

فاسی ٹاؤن جین پزار صاحب 0333-5783036

0322-4135093
0302-4166462
042-37427872

دفتر ماہنامہ حق چارپارہ تحصیل جامع مسجد میاں برکت علی
مدینہ بازار، ذیلدار روڈ انچھہ لاہور

پبلشر ماہنامہ محمد سعید نے اعلیٰ شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ انچھہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

- ❀ اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر میں ————— 4
 امیر تحریک مدظلہ
- ❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات ————— 7
 قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ❀ ارشادات و کمالات ————— 16
 شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
- ❀ تلمیحات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ ————— 20
 مولانا حافظ عبد الجبار سلتی
- ❀ ہمنشینانِ رسالت ﷺ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ————— 25
 حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب
- ❀ صحابیات کی اسلامی خدمات ————— 44
 عاصم الہی ظہیر صاحب
- ❀ مکاتیب قائد اہل سنت ————— 46
 ترتیب و علماء: مولانا حافظ عبد الجبار سلتی
- ❀ خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ————— 49

اهدانا الصراط المستقیم (اداریہ) امیر تحریک مدظلہ کے قلم سے

اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت مولانا قاضی محمد ظہورالحسین اظہر مدظلہ ☆

ماہنامہ حق چار یا ڈا۔ نومبر کے شمارہ میں ادارہ کا عنوان تھا۔ ریاست مدینہ یا نظام خلافت راشدہ؟ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ریاست مدینہ کا کامل اور مکمل نمونہ نظام خلافت راشدہ و موعودہ کا دور حکومت ہے اور ماہ دسمبر کے ادارہ میں کہ ریاست پاکستان، ریاست مدینہ کیسے بنے گی؟ یہ عنوان اس لیے منتخب کیا گیا کہ ملک میں ۲۰۱۸ء میں قائم ہونے والی حکومت کے سربراہ عمران خان نیازی نے ریاست مدینہ کو اپنا رول ماڈل قرار دیا ہے تو انہیں باقی ریاست مدینہ حضور خاتم النبیین ﷺ کا جتہ الوداع کے موقع پر آخری خطبہ میں اعلانات بنیادی طور پر سامنے رکھنے چاہئیں۔

خلافت راشدہ و موعودہ کے پہلے تاجدار، چاشین رسول، خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مسجد نبوی میں ایک خطبہ دیا۔ خطبہ مسنونہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعا بعد ایہا الناس۔ ترجمہ: ”لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں اور میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اور قرآن کریم اُتر آیا اور نبی کریم ﷺ نے ستیساتھ قائم کیں، ہمیں آپ رضی اللہ عنہ نے چڑھایا اور ہم جان گئے۔۔۔۔۔ جان لو بہترین داناؤں اللہ کا خوف ہے اور سب سے بڑی بیوقوفی فسق و فجور ہے۔ اور بیشک تم میں سے قوی ترین آدمی میرے سامنے کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق حاصل نہ کر لوں۔ اور تمہارا کمزور ترین آدمی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو دلوں نہ دوں۔ اے لوگو! میں پہلی راہ پر چلنے والا ہوں۔ نئی راہ نکالنے والا نہیں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے صحیح لائن پر لے آؤ۔۔۔۔۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا:۔۔۔۔۔ یاد رکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔“

مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ خطبہ کیا تھا اسلامی حکومت کا ایک چارٹر تھا جس میں آپ نے وہ تمام اصول جن پر سلطنت اسلامی قائم ہوتی ہے۔ نہایت اسلوبی سے بیان فرمادیئے۔ پہلی بات آپ نے یہ فرمائی میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں۔ یعنی خود حاکم نہیں بنا اس کے لیے مجھے چنا گیا ہے۔ اسلامی سربراہ عوام کے انتخاب سے سامنے آتا ہے۔ تسلط اور طاقت سے نہیں۔ اسلام کا مزاج حکومت یہ ہے جو کسی عہدے کا طالب ہو اسے یہ ذمہ داری نہ دی جائے۔

④ دوسری لائق توجہ بات آپ کا یہ جملہ ہے کہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں محض انکساری نہیں ایک دور رس تعبیر کا حامل ہے۔ اس میں آپ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ حکومت کسی کو اس کے ذاتی کمالات پر نہ دی جائے۔ یہ ایک خدمت ہے کوئی ثمرہ نہیں۔ ایک محنت ہے۔ ایک ذمہ داری ہے۔ ایک پوری قوم کی پہرہ داری ہے۔ اس کا فیصلہ علو ذات یا ذاتی کمالات پر نہیں۔ اس کا مدار قوت قائم رکھنے اور عدل و انصاف قائم کرنے پر ہے اور اس ذمہ داری میں سب ایک جیسے ہیں جس کو بھی چن لیا جائے وہی سربراہ ہے۔ موضوع خلافت میں ذاتی کمالات کو لانا اس کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بالکل نئی کر دی۔

⑤ آپ نے اپنے نظام حکومت کی اساس قرآن و سنت کو قرار دیا۔ ⑥ شریعت اور قانون کا مدار ظاہر پر ہے۔ لیکن دین کی روح تقویٰ اور اللہ کے خوف میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ صرف نفاذ شریعت سے کام نہ چلے گا۔ جب تک قلوب خدا کے آگے نہ جھکے ہوں۔ جس طرح یہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ نفاذ شریعت کرے یہ بھی اس کے ذمہ ہے کہ فسق و فجور پیدا کرنے کے جملہ ذرائع کی روک تھام کرے اور تقویٰ و طہارت کی راہیں امت کے لیے آسان کرے۔ ⑦ آپ نے حکومت کی بنیاد اس قوت کو قرار دیا جو ظالم سے مظلوم کو حق دلوا سکے۔ اور اگر حکومت اپنی مملکت کے اندر ذی اثر غنڈوں۔ ڈاکوؤں اور بد معاشوں سے ڈرے، نہ قاتلوں کو پکڑ سکے اور نہ قاتلوں کا پتہ لگا سکے تو یہ حکومت اپنے جوہر ذات سے محروم ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبہ میں حکومت کی بنیاد اس قوت کو قرار دیا جس کے ساتھ حقوق الہیہ اور حقوق انسانیہ کے گرد پہرہ دیا جاسکے۔ یہاں تک کہ عدل و انصاف کے پلڑے میں ہر شخص اپنا حق لے سکے۔ ⑧ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں اعلان فرمایا کہ میں مطلق العنان حکمران نہ ہوں گا۔ مجھے حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ نئی راہیں نہیں بنانی۔ انما انا متبع و لست بمبتدع۔ اس سے سبق ملا کہ مسلمانوں کو اپنے پیشواؤں پر نظر رکھنی چاہیے خصوصاً جبرائیل طریقت پر کہ وہ مع سنت ہیں یا مبتدع

..... مبتدع یہ کہہ کہ حرج کیا ہے؟ نئی نئی بدعت کی راہیں قائم کرے گا اور یہ نہ سمجھے گا کہ اس سے بڑا کیا حرج ہوگا کہ انسان اپنے پہلوں کے نقش قدم پر نہ رہے۔ ④ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں حدود و احسان میں رہوں تو میری اعانت کرو۔ اور اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے صحیح لائن پر لگا دو۔ اس سے پتہ چلا کہ اسلام میں حکمران کی اطاعت انہی حدود میں ہے کہ وہ حکم میں اللہ اور اس کے رسول کے مطابق رہے۔ اولی الامر کی اطاعت مطلق نہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ماتحت رہیں تو ان کی اطاعت کی جائے۔ ⑤ آپ ﷺ نے بتلایا کہ مسلمانوں کی قومی زندگی تیغ و سناں سے ہے جب تک ان میں عمل جہاد رہے یہ ایک معزز قوم بن کر رہیں گے اور جب یہ بدکاری کی زندگی اختیار کر لیں۔ طاؤس و رباب کے عیش میں اپنے اصولوں کو کھردے دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ہر طرف سے مصائب کے دروازے کھول دے گا۔ علامہ اقبال نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات ان الفاظ میں نقل کی ہے:

۔ آجھ کو بناؤں میں تقدیر ام کیا ہے ہے تیغ و سناں اول طاؤس و رباب آخر ⑥ آپ نے یہ جو فرمایا کہ اگر میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر لازم نہیں۔ یہ اس لیے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز روا نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ اسلامی سربراہ کو عوام کے انتخاب سے منتخب ہوتا ہے مگر اسے حقوق حکومت خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ملتے ہیں عوام کی طرف سے نہیں۔ باب الحقوق اور عمل حکومت میں وہ عوام کے تابع نہ ہوگا۔ جب تک وہ اسلام پر کار بند رہے عوام اسے حکومت سے اتار نہ سکیں گے نہ وہ اس کے لیے طاقت کا سرچشمہ ہوں گے کہ جب چاہا کسی کو لے آئے اور جب چاہا کسی کو اتار دیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام کے اسی حق حکومت پر اپنی جان قربان کی اور مغربی فکر کی جمہوریت کو جو عوام کو طاقت کا سرچشمہ قرار دیتی ہے نظام خلافت میں گھسنے نہ دیا۔ جان جان آفرین پر قربان کی پر اسلامی اصول حکومت کو مغربی جمہوریت پر قربان نہ کیا..... اس اسلامی حق حکومت کی نشاندہی پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی کی تھی۔ (جاری ہے)

نوٹ: ادارہ ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کا مضمون کتاب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے معمولی ترمیم اور اضافے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات

قائمہ اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ ☆

ضبط و ترتیب: ماسٹر منظور حسین

خطاب: مدنی مسجد چکوال ۱۵، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

اعوذ باللہ من الشطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○
فَكُنْهَ إِذَا جُنْتَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجُنْتَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ○ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ
الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرُّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْآرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهُ حَدِيثًا ○
”اور کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور پھر آپ ﷺ
کو بھی ان پر گواہ بنا کر لائیں گے، اس دن خواہش کریں گے وہ لوگ جو کافر تھے، اور جنہوں
نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تھی، کاش کہ برابر ہو جاویں زمین کے، اور نہیں چھپا سکیں
گے اللہ سے وہ کوئی بات۔“ (پانچواں پارہ، سورۃ نساء آیت: ۴۴، چھٹا رکوع)

برادرانِ اہل سنت والجماعت! یہ سورۃ نساء، عورتوں کے مسائل اور احکام کے ذکر میں ہے، یہ
اسلام کی خصوصیت اور اسلامی مساوات ہے کہ عورتوں کو بھی شریعت نے پورے حق دیئے ہیں، کیونکہ
اگر کسی انسان کا، چھوٹا ہو یا بڑا، شریعت حق نہ دیتی تو یہ عدل کے خلاف ہوتا، جب اسلام اللہ کا دین
ہے تو اللہ نے اپنے بندوں کو پورا پورا حق دینا ہے اسی کو اللہ کا قانون، اور نبی کریم رحمۃ اللعالمین، خاتم
النبین، شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور سنت کہتے ہیں، تو عورتوں کے جو اصلی
حقوق تھے وہ بھی مذکور ہیں ان کو دیئے گئے ہیں۔

○..... لیکن بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ مساوات کا مطلب برابری، کہ ہر پہلو سے مرد اور
عورت برابر ہوں؟ تو یہ غلط ہے۔ مساوات کا معنی یہ ہے کہ عورت کو، اس کا پورا حق دیا گیا ہے کسی عورت
میں فرق نہیں کیا گیا، ہر مرد کو بحیثیت مرد کے، حق دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ یہ بڑا ہے، یہ امیر ہے، یہ غریب
ہے۔ مردوں کو ان کی جو فطرت کا تقاضا ہے اس کے مطابق حق دیا گیا ہے اور عورتوں کو ان کی فطرت

کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو ہر لحاظ سے مساوی نہیں بنایا۔ مرد و عورت میں ہر لحاظ سے مساوات ہوتی، تو عورت بچے جنمتی ہے، مرد بھی جنتا؟ یہاں کوئی نہیں کہتا کہ مساوات ہے، یہ خود دلیل ہے ناں؟ عورتوں کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے تحت پورے حقوق ہیں، مرد کو جس مقصد کے لیے۔ اس لیے دونوں کی پیدائش میں فرق ہے، دونوں کی قوت میں، استعداد میں، قد و قامت میں بھی فرق ہے۔ تو عموماً اس سورت میں عورتوں کے مسائل ہیں، لیکن ہر مسئلے کا اصل تعلق جو ہے، وہ اللہ سے ہے۔ کہ اللہ کے بندے، اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزاریں۔ اگر بندوں کا حق بھی وہ ادا کریں، تو وہ اللہ کے لیے ہی ہو، کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔ کسی حالت میں ہم اپنے رب کو بھلا نہیں سکتے۔ اسی کا یہ حکم ہے۔ درمیان میں پھر بعض دوسری نصیحتیں بھی قرآن مجید میں آجاتی ہیں، جن کا تعلق ان مسائل سے ہوتا ہے۔ لیکن اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندے کہیں انسانوں کے معاملات میں جتلا ہو کہ اللہ کو نہ بھول جائیں۔

○ یہ جو مجموعی حیثیت سے حقوق ہیں ان کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ خود اسلام کا مقصود ہے۔ ایک تو ہے ناں، بھی! علیحدہ علیحدہ ہم نے گھر میں زندگی گزارنی ہے، ایک یہ ہے کہ ساری قوم یا سارے اہل ملک کس طرح زندگی گزاریں، تو اس میں کوئی حکومت، کوئی بڑا ہو۔ اگر کسی کو بڑا یا سربراہ نہ بنایا جائے تو انتظام ہی نہیں رہتا۔ کبھی دوسرے براہ کسی ملک کے نہیں ہو سکتے۔ تو ملکی سربراہ اور اس کے تحت جو قوم ہے، ان سب کے انتظام کا نام جو ہے یہ سیاست ہے۔ اسلامی سیاست وہ ہوگی جو اللہ، اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ہوگی۔

○ جب کسی انسان کے دل میں یہ ہوناں کہ مجھے عزت ملے، مجھے دولت ملے، میرا وقار ہو تو وہ انسان اسلامی سیاست کا رکن نہیں ہو سکتا، وہ تو اپنے لیے کر رہا ہے۔ اور آج یہی بگاڑ ہے۔ ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ میرا مفاد پورا ہو، چاہے دوسروں کے سارے ضائع ہو جائیں، اس لیے یہ نظام سیاست پاکستان میں کامیاب نہیں کہ جو لیڈر ہیں جن کو سیاست دان کہتے ہیں، سمجھتے وہ بھی نہیں کہ اسلامی سیاست ہے کیا چیز؟ اگر یہ لوگ اسلام چاہتے تو اتنے سالوں میں اسلام کا نظام کیوں نہ آتا؟ قابلیت بھی ہے معلومات بھی ہیں لیکن اپنے وقار اور اپنی عزت کو نظر انداز کر کے صرف اللہ کا بندہ بن جانا، ایسا کوئی ہزاروں میں سے شاید ایک بھی آج کل نہ ملے۔

○ تو قرآن مجید کا مقصد ہے بندوں کا اپنے رب سے صحیح تعلق قائم کرنا، تو اس لیے جا بجا پھر آخرت کا تصور یاد دلایا گیا۔ مسئلہ نکاح کا ہوتا ہے یا طلاق کا ہوتا ہے جو بظاہر دنیاوی معاملات ہیں لیکن درمیان میں ایسی آیتیں آ جاتی ہیں، تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ دنیا برائے دنیا ہے، نہیں یہ برائے دین ہے۔ اس لیے یہ آیتیں ہیں، کہ وہ وقت بھی سامنے رکھنا چاہیے، کہ اس وقت ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب، ہر امت اللہ کے دربار میں، قیامت کو پیش ہوگی۔ اور پھر ہر امت کا پیغمبر، وہ بھی ان کے ساتھ پیش ہوگا۔ دیکھو! کیا نظام ہے؟ جن انبیائے کرام علیہ السلام کو اللہ نے بندوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا، انھوں نے تبلیغ کی، محنت کی، تکلیفیں برداشت کیں، یہ ان کا فرض تھا، تو قوم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ ان کی اطاعت قبول کی یا انکار کیا، تو یہ قیامت کے دن سامنے آ جائے گا۔

○ پیغمبر ہوں گے، ان کی امتیں ہوں گی۔ امتوں سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ میں نے ان کو پیغمبر بنا کے بھیجا تھا، تم نے اطاعت کی؟ پہلے تو ہر امت کی گواہی ان کے اپنے اپنے پیغمبر دیں گے پھر تمام امتوں اور تمام انبیائے کرام علیہ السلام کی، اور اپنی اس آخری امت کی شہادت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دیں گے، اور یہ امت بھی پہلے انبیائے کرام علیہ السلام کی تائید میں شہادت دے گی۔ جب پہلی امتیں انکار کریں گی کہ ہمارے پاس اللہ کا کوئی حکم نہیں آیا، جھوٹ بولیں گی، تو یہ امت گواہی دے گی، وہ کہیں گے تم تو اس زمانے میں تھے نہیں بعد میں آئے؟ تو یہ امت کہے گی کہ ہمیں قرآن سے معلوم ہوا، نبی کریم ﷺ سے معلوم ہوا کہ پہلے انبیاء گزرے ہیں جنھوں نے اتمام حجت کی۔

○ تو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دیکھے بھی شہادت ہوتی ہے، گواہ کے لیے ضروری نہیں ہے کہ دیکھے۔ یعنی شہادت لازم نہیں۔ ورنہ ہم نے پہلی امتوں کو دیکھا ہے؟ ہم تو پیدا ہی بعد میں ہوئے، تو ہم اس لیے گواہی دیں گے کہ ہمیں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ علم ہوا۔ اور قرآن کی بناء پر یقین ہوا کہ پہلے انبیاء آئے ہیں، انھوں نے اللہ کے احکام پورے پورے، ٹھیک ٹھیک سنا دیئے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ شریعت میں گواہی کے لیے یعنی شہادت ضروری نہیں۔ غائبانہ بھی یقین ہو، لیکن اس کے لیے دلیل قطعی ہو۔ یہ تو وحی کا ثبوت ہے ناں؟ اب دیکھیں! ہم گواہی دیتے ہیں انھوں نے ان میں کلمہ شہادت میں "اشھد ان لا الہ الا اللہ، و اشھد ان محمد رسول اللہ" سارے کہتے ہیں کلمہ شہادت، کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر اور رسول ہیں۔ اب بتاؤ! ہم نے اس

زمانے میں حضور ﷺ کو دیکھا ہے یا اللہ کو دیکھا ہے؟ گواہی ہمارے ایمان کی ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے نا؟ قرآن سے یقین ہے۔ تو یہ اس لیے سمجھا رہا ہوں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پیغمبر ہر بات جانے، ہر چیز جانے تو وہ پیغمبر ہے؟ یہ صحیح نہیں۔

○ حضور ﷺ کے متعلق ہمارا اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک تو وہ حالات ہیں جو حضور ﷺ کے سامنے تھے، سب سے پہلے تو ان کی گواہی ہوگی، پھر قیامت تک کے امت کے حالات جو ہیں وہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر اعمال امت کے پیش ہوتے ہیں، جو ہم یہاں کر رہے ہیں، یہ فرشتوں کے ذریعے نبی کریم ﷺ تک پہنچ جاتی ہے، اور وہ بھی اجمالی طور پر، مجموعی حیثیت سے، تو اس لیے حضور ﷺ شہادت دیں گے۔ ہر اسی شہادت دے گا تو اللہ کے سامنے جب ہر ایک کی گواہی، صاف صاف کھل جائے گی، کوئی انکار کرے گا، کوئی اقرار کرے گا، تو پھر اللہ تعالیٰ یا کسی کو سزا دیں گے، یا کسی کو انعام دیں گے۔ جنت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

○..... تو اس لیے فرماتے ہیں: ”یومئذ یؤد الذین کفروا وعصوا الرسول“ اس دن وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے، وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تھی، دیکھو ناں! حضور ﷺ کی نافرمانی پر بھی گناہ ہوگا، ”من بطع الرسول فقد اطاع اللہ“ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کر لی، خوشی سے تابعداری کر لی، اس نے گویا اللہ کی اطاعت کر لی، جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، گویا حضور ﷺ کی ذات جو ہے یہ ایک واسطہ ہے، ذریعہ ہے اللہ کو راضی کرنے کا۔

○ حضور ﷺ کو مان لو، اور حضور کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں جو اعلیٰ شان دی ہے، رسول اللہ ﷺ سارے فرشتوں سے اعلیٰ، پیغمبروں سے اعلیٰ، اس پر ایمان رکھو، یہ ہو گیا عقیدہ ٹھیک، اور پھر آپ نے جو کچھ حکم دیا، یا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا ہے، جس کو سنت کہتے ہیں، اس کی تابعداری کر لو، تو اب یہ اس بات کی دلیل اور نشانی ہے کہ اس نے اللہ کی تابعداری کر لی، اور اگر نعوذ باللہ، خدا خواستہ حضور ﷺ کی نافرمانی ہوگئی، حضور ﷺ کے نمونہ کی مخالفت ہوگئی تو خواہ ہزار بار وہ کہتا رہے کہ میں تو اللہ کو راضی کر رہا ہوں، تو پھر وہ گویا اللہ کا بھی نافرمان ہوگا۔ حضور ﷺ کا تابعدار، اللہ کا بھی تابعدار۔ اور حضور ﷺ کا نافرمان، اللہ کا بھی نافرمان۔

○..... ہم اہل سنت ہیں، اہل سنت کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور طریقے کو

ماننے والا یہ نشانی ہے ناں؟ کیونکہ حضور ﷺ کے طریقے کو مان لیا، تو عقیدہ ٹھیک ہو گیا، پیرودی کر لی عملی، تو عمل ٹھیک ہو گیا، عمل صالح کی توفیق مل گئی۔ سب کچھ حضور کی تابعداری میں ہے، بطریقہ بندہ خلوص نیت سے شریعت کی حد میں تابعداری کرے۔ تو اب قیامت کے دن جو لوگ منکر اور کافر ہو گئے اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہوگی، تو اب تو سامنے عذاب نظر آ رہا ہے ناں! ذلت اور رسوائی ہے۔ تو اس دن ایسے لوگ آرزو کریں گے کہ یا اللہ! ہم زمین میں دھنس جاتے، زمین ہم پر برابر ہو جاتی۔ گویا ہمارا وجود ہی نہ ہوتا۔ اور اس جہان میں بھی اپنے کردار کی وجہ سے بعض دفعہ آدمی کے سامنے جب ایسا وقت آتا ہے، کوئی سزا، مصیبت کا، تو آدمی کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ میں نہ ہوتا ”وَلَا يَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ تَحْدِيثًا“ اور اللہ سے وہ کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے، وہاں ہوشیاری چالاکی کام نہیں آئے گی، جیسے آدمی جھوٹی شہادت دے دیتا ہے، کسی چیز کا انکار کر دیتا ہے، وہاں تو کوئی بات، اللہ سے پوشیدہ ہے نہیں، تو یہ اس لیے درمیان میں فرما دیا کہ خواہ عورتوں کے حقوق ہوں، خواہ مردوں کے حقوق ہوں، تو قیامت کے دن ان حقوق کے متعلق بھی پوچھ ہوگی، پوچھا جائے گا کہ یہ کیوں کیا؟

○..... اس لیے فرمایا: ”کَلِمَکُمْ دَاعِيًا وَکَلِمَکُمْ مَّسْنُونٌ“ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”تم میں سے ہر ایک رائی ہے، رائی کہتے ہیں چرواہے کو، اور ہر ایک سے، اپنی رعیت، جو اس کی ماتحت ہے، جس کا وہ نگہبان ہے، پوچھا جائے گا کہ تو نے اس کی نگہبانی کی ہے یا نہیں؟ اس میں ساری چیزیں آ جاتی ہیں، گھر کا نظام، باہر کا، چونکہ ہمیں اس طرف توجہ دھیان نہیں ہوتا کہ قیامت کے دن ان معاملات کے متعلق پوچھا جائے گا، اس لیے کئی لوگ اس کو نہیں سمجھتے کہ یہ بھی ایک عبادت ہے۔ لوگ نمازی بھی ہوتے ہیں، روزے دار، حاجی بھی ہوتے ہیں لیکن وہ جھوٹ بول کے تجارت کریں گے، بددیانتی کا ارتکاب کریں گے اس لیے کہ اس طرف توجہ نہیں کہ یہ بھی اللہ کا حکم ہے اور یہ ہے کہ لالچ اور طمع اتنا غالب آچکا ہے، حکم تو سارے جانتے ہیں۔ لیکن رہ نہیں سکتے حرام خوری اور دھوکے بازی سے، تو اب ملک کی اصلاح کیسے ہو؟ ہر آدمی کہتا ہے کہ دوسرا اے۔ جو کچھ ہو رہا ہے آپ کے سامنے ہے۔ اس لیے ہر آدمی اپنی فکر میں لگ جائے بس۔

○..... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”حَبِ الدُّنْيَا دَامَسَ کُلُّ عَصِيَّتِهِ“ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ سبحان اللہ! معجزانہ ارشاد ہے۔ عزت بناؤ جو ہے دنیا کی محبت سے، پیسے جوڑنا دنیا کی محبت سے،

بہر حال مقصد یہ ہے کہ بندہ ان معاملات میں جن کا تعلق لوگوں سے ہے بہت زیادہ احتیاط کرے۔ کیونکہ اس کا مواخذہ بہت سخت ہے۔ کسی کا حق کوئی ضائع کرے تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرتے۔ کیونکہ انصاف کے خلاف ہے۔ اگر صاحب معاملہ معاف کرے تو پھر اللہ معاف تو کر دیں گے ورنہ قیامت کے دن وہ کہے کہ میرا حق اس سے مل جائے تو اس کی نیکیاں دے کر اس کو راضی کیا جائے گا۔ اس لیے زیادہ خطرناک معاملہ حقوق العباد کا ہے۔

○ عبادت وہ ہے جو اللہ کے حکم کے تحت اور اللہ کی رضا کے تحت ہو، اس میں اپنی مرضی تو ختم ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ! ہمیشہ سمجھتا ہوں، اور اہل سنت کی یہ بنیاد ہے کہ سب سے زیادہ اللہ کے عبادت گزار اور رسول پاک ﷺ کے تابعدار، حضور ﷺ کے صحابہ کرام تھے ﷺ نہ اطاعت کا وہ نمونہ بعد میں ہو سکتا ہے۔ نہ تقویٰ کا ہو سکتا ہے۔ اور حضور ﷺ کی شان کے مطابق یہی ہونا چاہیے ناں؟ یہ سمجھ لو! صحابہ کے بارے میں تین قسم کے عقیدے ہیں، ایک شیعہ ہیں، دوسرے سنی ہیں، تیسرے خارجی ہیں، چوتھے مودودی ہیں، مودودی تو ہر طرف لٹک رہے ہیں، یہ مستقل مذہب ہے ناں؟ جو نہ پورے سنی ہیں، نہ پورے شیعہ بنتے ہیں، نہ پورے خارجی بنتے ہیں، کوئی نہ کوئی چیز سب سے لے لی۔

○ اہل سنت والجماعت یا سنی کون ہے؟ اہل سنت والجماعت وہ ہیں کہ جس طرح رسول پاک سرور کائنات ﷺ کو ساری مخلوق سے اعلیٰ مانتے ہیں، آپ فرشتوں کے بھی سردار، پیغمبروں کے بھی سردار، اللہ تعالیٰ کے بعد صرف حضور ﷺ کا درجہ۔ اتنی شان اللہ نے کسی کی نہیں بنائی، نہ بنائے گا۔ تو حضور ﷺ کو ساری کائنات سے اعلیٰ، افضل ماننے کے بعد، پھر یہ مانے کہ حضور ﷺ کا دیدار کر کے جن لوگوں نے فیض پایا ہے، حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کے بیعت ہوئے ہیں، وطن چھوڑے ہیں، برادریاں چھوڑی ہیں، حضور ﷺ کے دشمنوں سے لڑے ہیں۔ امتوں میں ان کے برابر کوئی کامل الایمان نہیں، کوئی نیک اور متقی نہیں۔ حضور ﷺ کی شان کے مطابق، حضور ﷺ کا فیض جن کو حاصل ہوا، انبیائے کرام ﷺ کے بعد، سب سے اعلیٰ درجہ اور سب سے بڑا مقام ان کا ہے، کہ جن کو اصحاب رسول ﷺ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی سنگت اور صحبت میں بیٹھنے اور فیض پانے والے۔ اب اندازہ فرمائیں کہ ان سے زیادہ کسی کو حضور ﷺ کا فیض پہنچا ہے؟ اپنی عقل سے سمجھیں، اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جو شان بیان کی ہے۔ اور وہی بیان کر سکتا ہے جو دلوں کا

حال جانتا ہے۔ ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ اب بتاؤ بھائی! کوئی چیز باقی رہ گئی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو گئے، پھر اللہ ان سے راضی ہو گیا، یعنی اوپر کوئی بات باقی ہے ہی نہیں ناں؟ اللہ نے کوئی چھوڑی ہی نہیں۔ اب بندوں کا معاملہ نہیں ہے، اللہ اور حضور ﷺ کے اصحاب کا معاملہ ہے کہ انھوں نے اللہ کو راضی کر لیا، اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ اب صرف یہ سوچنا ہے کہ اللہ کو انھوں نے کس طرح راضی کیا؟ بھئی! وہ نماز نہیں پڑھتے تھے معاذ اللہ؟ روزہ نہیں رکھتے تھے؟ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے؟ یا نعوذ باللہ حرام کھاتے تھے؟ یعنی یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کرتے تو گناہ و نافرمانیاں اور ظلم تھے، لیکن اللہ راضی ہو گیا؟

○..... بھئی! اللہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہو گئے تو اس میں کیا سمجھایا کہ انھوں نے اللہ کی رضا کے لیے اتنی تابعداری کی کہ پھر اللہ ان سے راضی ہو گیا، ساری باتیں آجاتی ہیں ناں؟ فرائض تو فرائض، بس وہ حکم کے بندے ہیں، کہ جن کو نہ غریبی کی پرواہ، نہ بھوک کی پرواہ، نہ بے کسی کی پرواہ کہ ہمارے ساتھ کوئی نہیں۔ اہل سنت والجماعت پھر سمجھ لیں۔ بس صرف یہی ایک آیت یاد رکھو ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اس کے بعد کوئی مقام رہ گیا؟ تابعداری کی اس لیے اللہ راضی ہو گیا، یہ سنی کا مذہب و عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپس میں ان کے درجے ہیں، ایک دوسرے سے بڑے ہیں لیکن وہ سارے اتنے اللہ، رسول ﷺ کے پیارے تھے، تابعدار تھے، کہ اللہ نے فرمایا کہ میں تم سے راضی ہو گیا، کیونکہ تم مجھ سے راضی ہو گئے۔ ہم تو اپنی مرضی کرتے ہیں ناں؟ وہ اللہ کی مرضی کرتے تھے، یہ سنی عقیدہ ہے۔

○..... شیعہ عقیدہ کیا ہے؟ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کنتی کے چار پانچ تھے، جودل سے اللہ، رسول کو مانتے تھے، نعوذ باللہ حضور ﷺ کے بعد سارے نافرمان، ظالم۔ اب یہ عقیدہ اگر کوئی کہے کہ ٹھیک ہے؟ تو پھر حضور ﷺ سے کس کو ایمان ملا؟ کس کو جنت ملی؟ ایک گھر والے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں دو دوہتے ہیں، ایک بیٹی ہے، چار پانچ اور ہیں۔ اسی لیے حضور رحمۃ اللعالمین رضی اللہ عنہ ہیں؟ عجیب ہے۔ یہ قرآن اسی لیے آیا ہے پانچ آدمی جنتی بنے؟ رحمۃ اللعالمین رضی اللہ عنہ نے تیس سال جو محنت کی تھی تو صرف یہ اس لیے تھی کہ پانچ آدمی صرف جنتی بنے؟ روایتیں ڈھونڈتے ہیں، بھئی انھوں نے یہ کیا وہ کیا، اگر انھوں نے وہ کیا ہے، تو اللہ اور رسول ﷺ نے کیا فائدہ پہنچایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وطن چھوڑے، لڑائیاں بھی کیں، قیصر و کسریٰ کو بھی شکست دی، سب کچھ ہونے کے بعد بھی وہ جنتی نہیں، یہ

علیؑ کا ہی خون تھا۔ بعض کہتے ہیں جی خارجی ختم ہو گئے، اور کیا یہ خارجیت نہیں؟ صدیوں بعد کے واقعات، صحیح غلط کو نہیں دیکھنا، نتیجہ کیا نکالتا ہے؟ کہ ”ان کے اندر علیؑ کا جو خون تھا۔ وہ سارے بدکاریاں کر رہے تھے۔“ اب مولانا اسحاق صاحب سندیلوی نے ”اظہار حقیقت“ میں لکھا ہے کہ ”پاکستان ہندوستان میں ناصیت اور خارجیت کا وجود ہی نہیں۔“ اور یہ کتابیں وہیں کراچی کی چھپی ہوئی ہیں۔ جہاں یہ رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ دلیلیں دیتے ہیں جس طرح رافضی دیتے ہیں وہ دوسرے صحابہؓ پر جرح کرتے ہیں اسی طرح یہ خارجی اب کر رہے ہیں، ہیں دونوں ایک ہی تحریک کے نمائندے، یہ یاد رکھو! بالکل دونوں کا مقصد ایک ہی ہے، منزل ایک ہی ہے، طریقے جدا ہیں، وہ ادھر برس رہے ہیں، یہ ادھر برس رہے ہیں۔ اللہ محفوظ رکھے، سنی غافل ہیں۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا، کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی شان رحمۃ للعالمینی کا، سب سے اول تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ سے براہ راست فیض پانے والے، قطعی جنتی بنے، مہاجرین ہوں، انصار ہوں، ان کے بعد کے ہوں، یعنی یقین آجاتا ہے کہ واقعی حضور ﷺ کی شان، رحمۃ للعالمین ﷺ ہونے کی تھی، ورنہ یہ نہ ہوتا پھر کچھ بھی نہیں، یہ قرآن میں جو بھی ہے، یہ ساری چیزیں ویسے ہی جاتی رہیں گی؟

حدیث نبوی ﷺ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

- ① تمہارا اپنے بھائی سے ملنے وقت مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ ② اچھی بات کہنا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ ③ بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔

وفیات

- ① حضرت مولانا حافظ عبدالرشید صاحب (کوٹلی، آزاد کشمیر) کی نو اسی
 ② جامعہ مظہریہ حسینہ جہان سومرو (سندھ) کے طالب علم گلزار لاشاری کی داوی صاحبہ
 ③ حاجی میر سومرو کا بیٹا (ٹنڈو حافظ شاہ، سندھ) میں
 ④ عبدالعزیز سومرو (تاواہ، سندھ) میں
 قارئین سے جملہ مرحومین کی کامل مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کی دعا
 کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

ارشادات و کمالات

عنوان و ترتیب	ماخوذ از مکتوبات
حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مدنی کو پدم و بھوشن کا خطاب

حاشیہ مکتوب نمبر ۸۴، جس جنگ آزادی ہند کا آغاز اور باقاعدہ کام ۱۸۰۳ء سے شروع ہوا، اس کا اختتام ۱۹۴۷ء میں ہوا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اس کی اہم اور آخری کڑی تھے۔ اس زعیم ملک و ملت اور چشتی درویش نے جس وقت سے جنگ آزادی میں شرکت فرمائی۔ اس وقت سے ۱۹۵۷ء تک ملک و ملت کی خدمت اور تعمیر میں ایک گھنٹہ بھی ضائع نہ ہونے دیا جب آزادی حاصل ہوگئی تو اپنی جدوجہد اور سعی و کوشش اور قربانیوں کی کوئی سیاسی یا سماجی قیمت وصول کرنا چاہتے نہیں سمجھا۔ بلکہ دیوبند کی مسند درس و تدریس اور حقوق الہی کی بے لوث خدمت ہی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔

چنانچہ جب ۱۹۵۳ء میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے پدم و بھوشن کا تمغہ عطا فرمائے جانے کا اعلان اخبارات میں شائع ہوا تو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کا یہ تاریخی والا نامہ اخبارات کی زینت بنا۔ اس والا نامہ کے نقوش تاریخ حریت میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مکتوب گرامی بنام ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند

بھنور جناب فیض مآب صدر جمہوریہ ہند۔ رام اقبالکم

بعد از آداب عرض ہے کہ اگرچہ اب تک مجھ کو باقاعدہ کوئی اطلاع نہ دی گئی۔ مگر اخباروں میں شائع شدہ اطلاعات سے معلوم ہوا کہ جناب نے پدم بھوشن نمبر ۲ کے تمغہ سے بنا بر صدارت جمعیت علماء ہند اور خدمات علمیہ دارالعلوم دیوبند اور جدوجہد آزادی وطن میری عزت افزائی فرمائی ہے (اگر

واقعہ صحیح ہے تو) میں آپ کی اس قدر دانی اور عزت افزائی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوا عرض رساں ہوں کہ چونکہ ایسا تمغہ میرے نزدیک پبلک کی نگاہوں میں بے لوث آزاد خادمان ملک و ملت کی آزادی رائے اور اظہار حق کو بحروح کرتا اور قوی حکومت کی صحیح اور سچی رہنمائی کے لیے ایک قسم کی رکاوٹ ہے۔ اور چونکہ یہ امر میرے اسلاف کرام مرحومین کے طریقے اور وضع کے خلاف بھی ہے۔ اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بعد شکریہ اس تمغہ کو واپس کر دوں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام - ج ۲ - ص ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۱۹۵۴ء)

یو، پی میں زمیندارہ کے خاتمہ کی ابتداء ۱۹۱۲ء سے

عرصہ دراز کے بعد والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ دل شکن مضمون نے جگر کے کلزے کلزے کر دیے۔ مگر اس میں آپ بھی بے قصور نہیں ہیں۔ یو پی میں اس کی ابتداء انگریزی زمانہ ۱۹۱۲ء یا اس سے پہلے سے ہوئی ہے، جب سے کہ موروثیت کے قانون کی بنیاد ڈالی گئی۔ پہلے دس برس کاشتکار کو حق موروثیت دیا گیا اور عرصہ تک چلتا رہا۔ دور بین زمیندار اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ زمیندار کی خیر نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ زمینوں کی خود کاشت ہو، مگر غافل خواب خرگوش میں مبتلا رہے۔ غالباً ۱۹۲۶ء میں قانون کو آگے بڑھایا گیا۔ اور ایک برس تک کے کاشتکار کو حق موروثیت دیا گیا۔ اس قانون نے زمینداروں کو مفلوج بنا دیا تھا۔ اس وقت بہت سے زمینداروں کو تنہا ہوا۔ فارم بنانے، سیر قائم کرنے، پرانے کاشتکاروں کو بے دخل کرنے کا عمل زیادہ تر جاری کیا گیا۔ مگر عام زمیندار اس وقت بھی حسب عادت غافل ہی رہا۔ زمانہ نے آگے قدم بڑھایا اور زمیندارہ کے بالکل مٹانے کی تحریک شروع ہو گئی۔ اس وقت ضروری تھا کہ لوگ چونکیں اور اس مہلت سے نفع اٹھائیں۔ اس وقت تمام زمین کو خود کاشت یا سیر کر لینے کا موقع ملا تھا مگر انسوس آپ نے کچھ نہ کیا اور مخمور غفلت ہی رہے۔ اب جب کہ قانون پاس ہو کر معمول بہ اور نافذ بھی ہو گیا، تب آپ کی آنکھ کھلی۔ ایسے غافل اور مخمور کی حالت پر جس قدر بھی آنسو بہایا جائے کم ہے۔ آسام، بنگال، بہار، مدراس وغیرہ میں انگریز پہلے سے یہی کر چکا تھا۔ لارڈ ڈلہوزی اور بہت سے انگریزوں کی یہی پالیسی تھی۔ خوش قسمتی سے یو پی اور پنجاب وغیرہ بچ گئے تھے۔ موجودہ حکومت نے اس کی تکمیل کی۔

بہر حال اگر آپ غفلت نہ کرتے تو یہ دلخراش صورت پیش نہ آتی۔ میں اس معاملہ میں کراہی کیا

سکتا ہوں۔ میرا تعلق ارباب حکومت سے تقریباً بالکل ہی منقطع ہے۔ نہ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ اور نہ وہ مجھ کو پوچھتے ہیں۔

میری ان کی رسم الفت مٹ گئی
مدتیں گزریں زمانہ ہو گیا

میں آپ کے والا نام کو مولانا حفظ الرحمن صاحب کے پاس بھیج رہا ہوں اگر ان سے کچھ ہو سکے گا تو کریں گے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲، ص ۲۵۴)

مہمان خانہ میں جماعت سے نماز پڑھنا

مرض میں اگرچہ تخفیف ہے مگر روزانہ تکلیف ہوتی رہتی ہے۔ تھوڑے سے چلنے اور حرکت کرنے پر سانس اکھڑ جاتا ہے۔ مسجد میں بغیر سہارے کے نہیں جاسکتا۔ حکیم نے مسجد میں جانے سے روک دیا ہے۔ مہمان خانہ ہی میں جماعت سے نماز پڑھتا ہوں۔ تدریس کی اجازت نہیں ہے۔ دعاء کا محتاج ہوں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲، ص ۲۵۷)

قاری عبداللہ صاحب مدرس تجوید مدرسہ شائعی کی تعزیت

حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۱: حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب مدرس تجوید جامعہ قاسمیہ مدرسہ شائعی مراد آباد، حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکی رحمہ اللہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ فن قرأت کے بہترین ماہر استاد مرحوم آپ کو فخر القراء کہا کرتے تھے۔ درس و تدریس کے ساتھ دلچسپی بھی بہت رکھتے تھے۔ بہت بڑے مدبر، صاحب علم و بصیرت تھے۔ تحریک آزادی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ اگست ۱۹۴۲ء میں مراد آباد جیل میں تقریباً ۸ مہینے رہے، رہا ہو کر پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ جولائی ۱۹۴۳ء میں مراد آباد میں کارا کی دباؤ پھیلی۔ قاری صاحب مرحوم کے اکلوتے جوان فرزند قاری محمد طیب صاحب، دولڑکیاں اور خود قاری صاحب مرحوم اس میں جتلا ہو کر دو دن میں وفات پا گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

اب ملاحظہ فرمائیں مکتوب نمبر ۱۰۱۔

قاری عبداللہ صاحب مرحوم اور ان کے صاحبزادیوں کی وفات کے سانحہ عظیمہ سے بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں خصوصی مقام عطا فرمائے اور ہمساندوں کو صبر جمیل

اور اجر جزیل سے نوازے تقادیر الہیہ میں کیا چارہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی صاحبزادیوں کو صبر جمیل تاکید کر دیجئے۔ اور سلام کہہ دیجئے۔ (کتوبات شیخ الاسلام۔ ج ۳۔ ص ۶۶)

والدین کا سایہ ظل رحمانی ہوتا ہے

والدہ محترمہ کی وفات کی خبر سے صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اگرچہ مرحومہ نہایت ضعیف العمر اور ناتواں ہوئی تھیں اور عمر طبعی سے تجاوز کر گئی تھیں، مگر والدین کا سایہ ظل رحمانی ہوتا ہے ان کے وجود سے اولاد کو نہایت الطمینان اور سکون رہتا ہے۔ خصوصاً سعید اور سمجد اولاد کے لیے تو ان کا وجود نعم عظمیٰ میں سے ہوتا ہے۔ مگر ہم کو صبر جمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں، اسی کام کے لیے تو ان کا وجود نعم عظمیٰ میں سے ہوتا ہے۔ مگر ہم کو صبر جمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں، اسی کا ہم کو حکم ہے اور اسی پر رضوان خداوندی کا وعدہ ہے۔ (کتوبات شیخ الاسلام۔ ج ۳۔ ص ۷۷)

تری شان جل جلالہ

حکیم عبدالسلام مظفر بسوری

تری حمد اور اہقر بشر۔ تری شان جل جلالہ * مگر اک عبادت معتبر تری شان جل جلالہ
ترا جلوہ مبہ پہ میاں میاں تری ذات سب سے نہاں نہاں * نکلن وہم سے بھی ہے فوق تر، تری شان جل جلالہ
مری ذریعوں کا یہ فاصلہ، ترے قرب کا یہ معاملہ * رگ جاں سے بھی ہے قریب تر، تری شان جل جلالہ
ہے کلام پاک تراواں، تھی کہاں یہ ایسی مری زباں * مری گندگی پہ نہ کی نظر، تری شان جل جلالہ
تو چھپے کھلے کا عظیم ہے، تو رحیم ہے تو کریم ہے * سبھی غلو ہو سبھی در گذر، تری شان جل جلالہ
ہے یہ مرض تیری جناب میں، کہ پڑھا ہے تیری کتاب میں * ترا رحم بھاری ہے قہر پر، تری شان جل جلالہ
وہ ترا عدد وہ مرا عدد، نہ کر اس لعین کو سرخرو * مجھے اپنی آگ میں ڈال کر، تری شان جل جلالہ
مری حاجتیں تو ہزار ہیں، ملیں مجھ کو یا نہ کوئی ملیں * ملے مجھ کو تیری رضا نگر، تری شان جل جلالہ
ترا کلمہ میری زبان پر، ترا فضل ہو مری جان پر * مرا اس جہاں سے ہو جب سفر، تری شان جل جلالہ

ہے دعائے مظفر تاسرا کہ نہ روٹھے پھر تو ہو دے رضا

یہی ایک عرض ہے مختصر، تری شان جل جلالہ

جات موجود ہیں جس کا کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا، اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ میں جناب جوادی صاحب نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ کی ہے، اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک امامی (جوادی صاحب) دوسرے امامی (علامہ ناصر عباس) کے خلاف گفتگو کرتے ہوئے بھی تہرا بازی سے باز نہ آسکا، اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اس طبقہ کے خون، ضمیر اور ضمیر میں ہی جماعت رسول ﷺ کی دشمنی اور نفی بھرا ہوا ہے۔ یہاں حضرت خواجہ نظام الدین گیلانی رحمہ اللہ (۱۰۳۶ء) کا وہ واقعہ تازگی ایمان کے ساتھ ساتھ عبرت کا موقع بھی ہے آپ مذہب اہل سنت والجماعت کے سرخیل، علوم لدنیہ سے مالا مال، شیخ طریقت اور فاروقی النسل حنفی بزرگ تھے، آپ شہر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنی خانقاہ میں ہی اہتمام کرتے تھے، کچھ شریک اور حاسدین نے بیخ کے حکمران قلی خان ازبک کو شکایت کی کہ یہ تفریق بین المسلمین کا ارتکاب کر رہے ہیں، لہذا انہیں شہر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کا پابند کیا جائے، جب بادشاہ نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ہاں ”جامع مسجد کا امام رافضی ہے، اس لیے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی“..... یہ سن کر پورے شہر میں کھلبلی مچ گئی، پورا شہر اٹھ کر ایک جگہ اکٹھا ہو گیا، اور امام سے سوال کیا کہ آپ واقعی رافضی ہیں؟ امام نے نہ صرف انکار کیا بلکہ لوگوں کا جلوس لے کر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی خانقاہ کا محاصرہ کرنے آ گیا، اس دوران بادشاہ بھی مع وزراء وہاں پہنچ گیا، امام نے پیام سے تلوار نکالی اور سونت کر کہنے لگا آپ نے مجھ پر رافضی ہونے کا الزام عائد کیا ہے، اب اپنے اس بہتان کی سزا چکھئے۔ خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے نہایت تسلی سے بادشاہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”اس امام کے جوتے اتروا کر کھلواؤ اور پھر دیکھو کہ ان میں کیا رکھا ہے“ چنانچہ جوتے اتروا کر کھلوائے گئے تو بادشاہ و عوام یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ ان میں کاغذ کے دو ٹکڑوں پر حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی درج تھے۔ یہ واقعہ ”خدیجہ الاصفیاء“ جلد نمبر ۱ ص ۱۶۳ پر مرقوم ہے اور حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ نے اسی کتاب کے حوالہ سے مذکورہ واقعہ لکھ کر یہ بھی لکھا کہ:

”برافروختہ ہجوم نے جب امام کی یہ خواہش دیکھی تو حضرت خواجہ رحمہ اللہ کی بجائے امام کو قتل کر ڈالا،

بادشاہ کی عقیدت اور حضرت خواجہ کے عروج میں اور اضافہ ہوا، اہل بیخ نے آپ کی بہت سی کراستوں کا

مشاہدہ کیا۔“ (علامہ ہند کا شاندار ماضی، جلد اول، صفحہ نمبر ۲۲۰)

قارئین کرام!

جس علامہ ناصر عباس کا تذکرہ اس مضمون میں آیا ہے، انہوں نے قبل از قتل ایک وصیت بھی کر رکھی تھی، اور وہ وصیت یہ تھی کہ میرے ایصالِ ثواب کے لیے شیعہ مذہب کی مشہور دعا ”دعاء صنمئی قریش“ شائع کر کے تقسیم کی جائے۔ چنانچہ ہمارے پاس وہ مطبوعہ امامی دعا موجود ہے جو ناصر عباس کے آنجمنائی ہونے کے بعد شائع کروا کر تقسیم کی گئی۔ اب یہ دعائے ”صنمئی قریش“ کیا ہے؟ اور علامہ ناصر عباس ملتان اور ملک آفتاب جواد کی بغیضی سوچ اور تیرائی فکر کس طرح باہم مماثلت رکھتی ہیں، اس پر ہماری گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔ (جاری ہے)



واحد صحابی رضی اللہ عنہ

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں۔ جن کی (عراق کے شہر) کوفہ میں تدفین ہوئی۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ سب سے پہلے صحابی ہیں۔ جن کو اسلام میں مردوں میں سے سب سے پہلے شہید کیا گیا۔

حضرت عبداللہ ذوالجہادین رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں، جنہوں نے آپ ﷺ سے دست مبارک سے دُفن ہونے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت خرباق رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں۔ جن کو ذوالیدین کے لقب سے نوازا گیا۔ (خزینہ معلومات)

حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں، جو غسیل الملائکہ بنے۔ (حضرت حظلہ جب شہید ہوئے تو ملائکہ نے آکر ان کو غسل دیا تھا)۔ (خزینہ معلومات)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں، جو صاحب السر راز دار رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (خزینہ الاسرار)

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ لَكُمُ الشَّفَاعَةُ مِنَ النَّارِ فَانْقَضَتْ عَنْهَا غَلِيلُكَ بَيْنَ
اللَّهِ لَكُمْ إِلَيْهِ لَعَلَّكُمْ تُهْتَدُونَ ۝ وَلَتَكُنُ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ
وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

”اور یاد کرو احسان اللہ تعالیٰ کا اپنے اوپر جبکہ تھے تم آپس میں دشمن پھر جوڑ دیے اس نے
دل تمہارے (اس دین پر) سو ہو گئے تم اس کے فضل سے آپس میں (اسلامی) بھائی بھائی اور
تم تھے (شرک اور انسان دشمنی کی) آگ کے ٹڑھے کے کنارے پر پھر اس نے تمہیں (اس
پیغمبر کی دعوت سے) اس (آگ) سے بچا لیا۔ اسی طرح کھولا ہے اللہ تعالیٰ تم پر اپنے نشان
ہو سکتا ہے کہ تم راہ پاؤ اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو جلاتی رہے لوگوں کو نیک
کاموں کی طرف اور روکتی رہے انہیں برے کاموں سے (اور آخرت میں) وہی ہیں اپنی مراد
کو پہنچنے والے۔“

ان آیات میں بتلادیا گیا کہ اب اس پیغمبر کی ہم نشینی میں تم میں سے ایسی جماعت ہونی چاہیے
جو دنیا کی ساری قوموں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام کرے۔ یہ کام اس جماعت کے ذمہ
اس لیے لگایا گیا کہ اب اس پیغمبر کے بعد کسی اور پیغمبر کی بعثت نہیں ہے۔ سو اس پیغمبر کی جانشینی میں
اب یہ کام اس امت کے ذمہ لگایا گیا ہے اور اس پر اس جماعت کو فلاح کا وعدہ دیا گیا۔ آپ ﷺ
کے بعد آپ ﷺ کی جانشینی میں کون لوگ آگے بڑھے جنہوں نے دنیا میں مختلف ممالک کو ایک
کرنے کا ذمہ اٹھایا اور انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دی۔ یہ وہ ہم نشینان رسالت ہیں
جنہیں اسلامی اصطلاح میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا جاتا ہے۔ یہاں صحابی کا لفظ صرف اپنے لغوی معنی
میں نہیں یہ ایک اسلامی اصطلاح ہے اور تاریخ اسلام میں ان کا ایک اپنا مقام ہے، سو ضروری ہے کہ
اس کے مفہوم میں کوئی شخص کسی غلط فہمی میں نہ رہے۔

نزولِ وحی سے پہلے ہی سیرت اس قدر روشن
لقب قبل نبوت آپ کا صادق امیں دیکھوں
مبارک عائشہ تجھ کو، قیامت تک تیرے گھر میں
نبی کے ساتھ صدیق و عمر کو بھی کہیں دیکھوں

نبیؐ پر تھا یقین کامل ، لقب صدیق کا پایا
اسے معراج کی تصدیق میں بھی اولین دیکھوں
وہ عثمانؓ حیا پیکر ابو العاصؓ و علیؓ حیدر
میں ان تینوں کو داماد امام المرسلینؐ دیکھوں
خدا کی راہ میں عثمانؓ لئے مال و زر اپنا
لبو کا مدی اس کا ، میں قرآن میں دیکھوں
علیؓ چوتھے خلیفہ ہیں ، وہ تینوں کے معاون تھے
محبت میں مثالی سارے ہی میں راشدیں دیکھوں

زائرینِ حریمِ نبوت کے اپنے اپنے مقاصد

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے والے کئی قسم کے لوگ ہوئے ، انہیں مجموعی طور پر زائرینِ حریمِ نبوت کا نام دیا جاسکتا ہے اور زائرینِ حریمِ نبوت میں کبھی وہ لوگ بھی ہوتے تھے جو قوم کے بڑے لوگ شمار ہوتے تھے اور انہیں کسی یتیم کی قیادت میں آنا بظاہر گراں محسوس ہوتا تھا۔ ان کے آنے پر آپ نے اگر کبھی اپنے کسی صحابی کی پرواہ نہ کی تو اللہ رب العزت نے اسے پسند نہ فرمایا اور آپ ﷺ کی عزت و شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے بات اس طرح اشارۃً کہی:

﴿عَبَسَ وَكُؤِلَىٰ ۖ اَنْ جَاَنَهُ الْاَعْمَىٰ ۖ وَمَا يُدْرِيكُ لَعَلَّہٗ یَزْكٰی ۖ اَوْ یَدْعُو فَتَجَنَّبْہُ الَّذِیْ یُكْرِی ۖ اَمَّا مِنْ اَسْتَعْنٰی ۖ فَانْتَ لَہٗ تَصَدِّی ۖ وَمَا عَلَیْكَ الْاَلَا یَزْكٰی ۖ وَاَمَّا مَنْ جَاَءَ لَكَ یَسْعٰی ۖ وَهُوَ یَخْشٰی ۖ فَانْتَ عَنْہٗ لَلْہٰی ۖ كَلَّا اِنَّہَا لَذِكْرٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ ذَكِّرْہٗ﴾ (پ ۳۰، سورۃ عبس: ۱ تا ۱۴)

”اس کی پیشانی پر بل آگئے اور اس نے منہ پھیر لیا اس بات سے کہ اس کے پاس ایک (کنزور) اندھا آیا اور آپ کو کیا خبر کہ وہ کچھ سنو رہا اور کچھ سمجھ پاتا اور کام آتا اس کے (تیرا) سمجھانا اور وہ جو پروا نہیں کرتا تو اس کی فکر میں ہے اور آپ پر کوئی الزام نہ تھا کہ وہ درست نہیں ہوتا اور وہ جو آپ کے پاس آیا اور وہ ڈر رہا ہے آپ اُسے چھوڑ کر اور طرف متوجہ ہو رہے ہیں ایسا نہیں یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے اسے یاد کرے۔“

یوں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے آپ ﷺ سے ملے اور دعا مانگی کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔

اسی لمحہ میں ان کی بھی آنکھیں ملے

پھر انہی میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا
اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔ اور ان کی آنکھیں بھی ملے اور دعا مانگی کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔

وہ شخص نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا
اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔ اور ان کی آنکھیں بھی ملے اور دعا مانگی کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔

اس شخص نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا
اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔ اور ان کی آنکھیں بھی ملے اور دعا مانگی کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔

یہ شخص نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا
اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔ اور ان کی آنکھیں بھی ملے اور دعا مانگی کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔

اس شخص نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا
اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔ اور ان کی آنکھیں بھی ملے اور دعا مانگی کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔

اس شخص نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا
اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔ اور ان کی آنکھیں بھی ملے اور دعا مانگی کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔

اس شخص نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا
اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔ اور ان کی آنکھیں بھی ملے اور دعا مانگی کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا ساتھ دے دوں گا اور تمہاری خدمت میں رہوں گا۔

سب زائرین آپ ﷺ کے ہم نشین نہ ہو پاتے تھے

اس سے پہلے چلا کہ سب زائرین حرم نبوت، حضور اکرم ﷺ کے ہم نشین نہ ہو پاتے تھے اور رب العزت نے آپ ﷺ کو پہلے سے ہدایت کر رکھی تھی کہ خالموں کے ساتھ بیٹھنا نہیں اور نہ انہیں اپنے ساتھ بٹھانا ہے یہ آپ ﷺ کی شان کے مناسب نہیں ہیں:

﴿وَأَمَّا يُنَبِّئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

”اور اگر شیطان تمہیں کسی بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ایسے لوگوں کے ساتھ

آپ نے نہیں بیٹھا (ان کو اپنی ہم نشینی میں نہ لا)۔“ (سورۃ الانعام: ۶۸)

قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کو ان کی ہم نشینی سے روک دیا گیا

بلکہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا گیا۔ خصوصاً جب کہ وہ منافقت کی باتیں کر رہے ہوں:

﴿إِذَا سَأَلْتُمُ الْمَنَاءَ يَكْفُرُوا بِنَهَا وَيُشْتَهَرُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ

يَخْرُجُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرَةٍ إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ﴾ (پہ ۵، سورۃ النساء: ۱۳۰)

”جب ستوتم اللہ تعالیٰ کی آفتوں پر انکار ہوتے اور قسمی ہوتے تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں

تک کہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں نہیں تو تم بھی ان جیسے ہو گے۔“

جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی ہم نشینی سے روک دیا تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے

کہ حضور اکرم ﷺ انہیں اپنا ہم نشین بنائیں۔ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص مجلس میں اپنے دین پر طعن اور عیب سے پھرانی میں بیٹھنا

کرے اگرچہ آپ کچھ نہ کہے وہ منافق ہے۔“ (تفسیر عثمانی، ص ۱۳۱، مطبع سعودی عرب)

بلکہ وہ لوگ جو اس طرح حضور اکرم ﷺ کی گستاخی نہ کرتے تھے لیکن اس لیے اسلام قبول نہ

کرتے تھے کہ انہیں ان چھوٹے لوگوں کا ہم نشین بننا پڑے گا جو دائرۃ اسلام میں آ بیٹھتے ہیں تو اللہ

تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ہدایت فرمائی کہ ان چھوٹے غصصین کو اپنی ہم نشینی سے دور نہ کرنا، انہی

سے اپنے آپ کو لگائے رکھنا۔ ان بڑے لوگوں کی کچھ پروا نہ کرنا جو ان چھوٹے غصصین کی ہم نشینی کو

اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔

﴿وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعُشِيِّ يَرْتَدُّونَ وَجْهَهُ
وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا يُطِيعُ مَنْ أَغْنَيْنَا قَلْبَهُ عَنْ
ذِكْرِنَا وَاتَّبِعْ هَوَاً وَكَانَ امْرَأَتُكَ لَكُمُ طُغْيَاً﴾ (پ ۱۵، سورۃ النکھف: ۲۸)

”اور رو کے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام طالب ہیں
اس کے منہ کے اور نہ تجاوز کریں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر کہ تو گئے دنیا کی رونق میں اور تو نہ
مان اس کی بات جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ پیچھے پڑا ہوا ہے اپنا خوشی
کے اور اس کا کام حد پر نہ رہنا۔“

اور پھر یہی بات سورۃ الانعام میں اس طرح کہی

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعُشِيِّ يَرْتَدُّونَ وَجْهَهُ﴾
”اور مت (اپنے سے) دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام۔“

(پ ۷، سورۃ الانعام: ۵۲)

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ آپ ﷺ کے ہم نشین وہی رہیں جو صدق دل سے ایمان
لائے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے پاس آنے جانے اور محض ملنے والوں میں وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں
جو اندر سے ایمان نہ لائے ہوئے ہیں، وہ آپ ﷺ کے ہم نشین نہ ہو پائیں۔

حدیث میں بھی ایسے لوگوں کو ہم نشینی سے روک دیا گیا

آپ ﷺ نے اپنے ہم نشینوں کو بھی ہدایت کر رکھی تھی کہ منافقین کو اپنی صحبت میں نہ آنے
دیں، ان کے ساتھ بیٹھنا نہ ہو۔ یہ ہماری مجلسوں میں بٹھائے جانے کے لائق نہیں۔

لا تصاحب الامونا ولا ياكل طعامك الا تقي۔ (جامع ترمذی ج ۲، ص ۲۶)

”تو نہ بیٹھ مگر صرف مؤمن کے ساتھ اور تیرے ساتھ مل کر نہ کوئی تیرا کھانا کھائے مگر وہی جو

خدا سے ڈرنے والا ہو۔“

بلکہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے یہ بھی کہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے

ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لا تجالسوا اهل القدر ولا تفتحوهم۔ (رواہ ابو داؤد ورواہ الترمذی ج ۲، ص ۶۲،

مشکوٰۃ ص ۱۲)

”تم ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جو تقدیر کے منکر ہیں اور انہیں اپنے ساتھ نہ ملاؤ۔“

اس میں یہ کھلے طور پر بتایا گیا کہ ایسے لوگ مسلم سوسائٹی میں جگہ پانے کے لائق نہیں۔ پھر ان زائرین حرم نبوت میں کبھی عیسائی بھی آنکلتے تھے۔ نجران کا وفد جب آپ ﷺ کے سامنے آیا، آپ ﷺ نے ان سے کچھ گفتگو کے بعد انہیں دعوت مباہلہ بھی دی تھی۔ یہود بھی کئی وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے لیکن وہ آپ ﷺ کے حلقہ میں کبھی نہ بیٹھتے تھے۔ انہیں ہم نشینان رسالت کا شرف ہرگز نہ ملتا تھا۔

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ زائرین حرم نبوت میں کئی قسم کے لوگ ہوتے تھے ان میں جو ہم نشینان رسالت تھے اور آپ ﷺ کے حلقہ عقیدت میں بیٹھتے تھے انہیں ہی حضور اکرم ﷺ کی صحبت یافتہ مانا گیا ہے۔ منافقین کو یا آپ ﷺ کے پاس آنے والے یہود و نصاریٰ کو کبھی صحبت نشینان رسول نہیں کہا گیا، سب آنے جانے والوں کو صحبت یافتہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ لفظ پاس بیٹھنے والوں کو ہی دیا جاتا تھا اور صحابی وہی سمجھے جاتے تھے جو ہم نشینان رسالت رہے اور انہی پر حضور اکرم ﷺ کا تزکیے کا عمل چلا جسے قرآن کریم نے آپ ﷺ کے فرائض رسالت میں ذکر کیا ہے انہی صحبت پانے والوں کو یہاں مومن کہا گیا ہے گو وہ پہلے بھی کفر میں بھی رہے ہوں:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ أَيْتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (پ ۴، سورۃ آل عمران: ۱۲۴)

”اور اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا مومنین پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا وہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اسی کی اور پاک کرتا ہے انہیں (شرک و فیرہ سے) اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت (کام کی باتیں) چٹک۔ وہ تھے پہلے کھلی گمراہی میں (کفر میں)۔“

حضور اکرم ﷺ کی تزکیہ کی محنت صرف مومنین پر ہوتی تھی

اس سے پتہ چلا کہ حضور اکرم ﷺ کا عمل تزکیہ و تعلیم صرف مومنین پر ہوتا تھا، محض آنے جانے والے منافقوں پر نہیں۔ تربیت صرف ہم نشینوں کی ہو سکتی ہے، مطلق زائرین کی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کبھی حضور اکرم ﷺ کی مجلس تعلیم و تربیت میں نہ بیٹھتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ فکر اپنے صحابہ کرام کی ہوتی تھی اور آپ ﷺ انہی کی تربیت فرماتے تھے۔

انہی کے بارے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اعتراض کا نشانہ نہ بنانا، یہ میرے ہم نشین ہونے کا شرف پائے ہوئے ہیں:

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم غرضا من بعدی فمن احبہم فحبی احبہم ومن ابغضہم فبغضی ابغضہم۔ (رواہ الترمذی)

”وہ رہیں اللہ تعالیٰ سے میرے اصحاب کے بارے میں، میرے بعد ان کو کسی طرح نشانہ نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی وہ میری محبت کے باعث کی، (ان کی اپنی کسی وجہ سے نہیں) اور ان کے ساتھ جس کا کوئی بغض رہے وہ اس کا مجھ سے بغض ہوگا۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی کہا:

اذا رايت الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم۔ (رواہ الترمذی)
”تم جب کسی کو دیکھو میرے صحابہ رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے تو اسے کہہ دو اللہ تعالیٰ کی لعنت تمہارے شر پر۔“

پھر اختلاف امت میں حضور اکرم ﷺ نے امت کو ایک ہی سلامتی کی راہ بتائی کہ صرف وہ لوگ جنت میں داخلہ پائیں گے جو اس راہ پر ہوں گے جو میری اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہما کی راہ ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کلہم فی النار الا ملۃ واحدا قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ (رواہ الترمذی ورواہ احمد وابوداؤد)

”وہ سب آگ میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ آپ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہما نے پوچھا وہ آگ سے بچنے والے کون ہونگے آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور صحابہ رضی اللہ عنہما کی لائن میں چلنے والے ہوں گے۔“

اس حدیث میں بھی حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو ایک ہی راہ کے راہی بتلایا گیا ہے۔ اختلاف امت کے انتشار میں کوئی صحابی کسی گمراہ حلقے میں نہیں گیا، سب حضور اکرم ﷺ کی شاہراہ میں آپ کے ساتھ رہے سوا اس میں کوئی تردد نہیں رہتا کہ اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما ایک پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ حضرات نہ صرف حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے راوی ہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سنت کی ایک واضح راہ عمل بھی ہیں۔ جس بات پر یہ سب جمع ہوں وہ راہ یقیناً ہر

گمراہی اور غلطی سے محفوظ ہے۔ جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام فرداً فرداً معصوم ہیں، صحابہ کرام علیہم السلام اپنے اجماع میں معصوم ہیں۔

مشہور محدث اور فقیہ امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۶ھ) لکھتے ہیں:

لأنه اجماع على الخطأ وهم معصومون من ذلك۔ (شرح صحيح مسلم ج ۱، ص ۴۷۸)

”اس صورت میں یہ صحابہ کا کسی خطا پر اجماع ہوگا (اور ایسا نہیں ہو سکتا) وہ اس سے معصوم ہیں کہ سب کے سب کسی غلطی پر جمع ہو جائیں (اللہ تعالیٰ انہیں کبھی کسی غلطی پر جمع نہ ہونے دے گا)۔“

کتاب و سنت کی یہ کھلی شہادتیں آپ کے سامنے ہیں سو مقام صحابہ میں ان کی پیشوا حیثیت مسلم ہے، وہ حضور اکرم ﷺ اور عام افراد امت کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے تو شاگرد ہیں لیکن آپ کی باقی ساری امت کے پیشوا ہیں۔ یہ سب کے سب عادل ہیں، جمع قرآن پر ان سب کا اتفاق ہوا، وہ کتاب لا ریب اپنی اس جمع و ترتیب میں ہر شبیہ سے بالا و بلند ہے اور مسجدوں میں پورا ماہ رمضان تراویح بالجماہ پر انہوں نے اتفاق کیا یہ اب آپ کی پوری امت کی شاہراہ عمل ہے۔

جہاں میں صدق و عفاف اب تک وہ نام جس کا چمک رہا ہے
اسی کی الفت میں دنیا والو! نبی کا دل بھی دھڑک رہا ہے
سفر ہو لوگو! کہ یا حضر ہو خوشی کی رُت ہو کہ غم کا موسم
وہ دیکھو صدیقؐ جان اپنی نبیؐ پہ ہر دم چھڑک رہا ہے
میکساراؑنا عشق و مستی نے گرچہ ساقی سے فیض پایا
جو جام صدیقؐ کو ملا ہے بہت زیادہ جھٹک رہا ہے
نبیؐ کی رحلت کے بعد جتنے پیا کئے مشدود نے فتنے
تو جانشین رسولؐ ان کو عقاب بن کر اچک رہا ہے
صحابہ سے نفرتیں ہی رکھنا ہے جن کا شیوہ ہمیشہ سلماں
وہ رو رہے ہیں تڑپ رہے ہیں کھینچ ان کا پھڑک رہا ہے

فقہ کا ایک اور مسئلہ بھی سامنے رکھیے

امام نماز پڑھائے کسی قضاہ پر قرآن پڑھتے میں غلطی کرے تو اگر اسے کوئی شخص جو اس جماعت میں شریک نہیں لقمہ دے تو اگر امام نے اس پر اعتقاد کرتے ہوئے اس کے لقمہ کو قبول کر لیا تو سب کی نماز ٹوٹ جائے گی یہ کیوں؟ جب کہ وہ لقمہ صحیح تھا یہ صرف اس لیے کہ لقمہ دینے والا نماز کے باہر تھا اور لقمہ لینے والا نماز کے اندر تھا جو نماز کے اندر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہے اور جو نماز سے باہر ہے وہ کسی اور کام میں بھی مشغول ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اس درجے میں نہیں جس میں وہ ہے جو نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہے۔

سو جس طرح نماز سے باہر والا نماز کے اندر والے کو لقمہ نہیں دے سکتا گو نماز کے اندر والا واقعی غلط پڑھ رہا تھا اس طرح کوئی عام امتی کسی صحابی پر انگلی نہیں اٹھا سکتا گو وہ صحابی اپنی کسی بات یا تحریک میں غلطی پر ہو اسلام میں بڑوں کے احترام کے جو آداب سکھائے گئے ہیں ان میں یہ صورت بہت اہم ہے۔

ان میں سے ہے کہ کوئی عام امتی کسی صحابی پر تنقید نہ کرے اس کی ہر غلطی کو بھی اس کی اجتہادی بات سمجھے ہماری عقائد کی جملہ کتابوں میں اس راہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر تنقید سے بالا رکھا گیا ہے ہاں یہ حضرات (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں کتنی سخت زباں کیوں نہ اختیار کریں اس کے حوالے سے عام افراد امت کو ان پر زبان دراز کرنے کی اجازت نہیں ملتی تا مناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں اپنی ایک تالیف سے کتب عقائد کے بھی چند حوالے دیے قارئین کر دیں۔

آج مسلمانوں میں بھی کئی ایسے خیالی روشن خیال ہیں جو دل و دماغ سے مغربی تہذیب و تمدن میں کھوئے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے پیچھے سے (عہد رسالت رضی اللہ عنہم اور رشد راشدین رضی اللہ عنہم سے) روشنی لینے کی بجائے آگے لوگوں کو مغرب کی روشن خیالی کی راہ دکھا رہے ہیں وہ بھی ہرگز زائرین حرم مشرق نہیں ہیں ڈاکٹر علامہ اقبال رضی اللہ عنہ انہیں زائرین مغرب کہتا ہے اور انہیں رسالت مآب رضی اللہ عنہم سے قطعاً بیگانہ مٹلاتا ہے۔

کل ایک شوریہ خوابگاہ نبیؐ پر رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

یہ زائرانِ حرمِ مغرب ہزار رہبر نہیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

زائرانِ حرمِ مغرب کے الفاظ سے زائرانِ حرمِ مشرق بھی پوری طرح سمجھ جا رہے ہیں کہ صرف زائرانِ بائگ درا ہونا کافی نہیں آپ کے ہم نشین ہوئے بغیر روحانیت کے چراغ نہیں جلتے حضور اکرم ﷺ کے عہد میں جو لوگ آپ ﷺ کے پاس آتے جاتے اور ملتے ملا تے تھے ان میں ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ ان میں ہمنشینانِ رسالت صرف وہی ہوئے جنہیں ہم صحابہ کرام ﷺ کہتے ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ کے عنوان میں کوئی دوسرا نہیں آتا کفار و منافقین کی اپنی اپنی قطاریں ہیں جن سے حضور اکرم ﷺ حسب ارشاد باری تعالیٰ ہمیشہ برسرِ پیکار رہے گو کچھ وقت آپ ﷺ نے منافقوں سے خاموشی بھی اختیار کی لیکن اس دوران میں بھی وہ بطور آپ ﷺ کے صحبت نشینوں کے دیکھے نہ جاتے تھے۔ پھر جب ان کا پردہ چاک ہوا تو وہ سب حضور اکرم ﷺ کی مجلس سے اٹھا دیئے گئے۔

انہی ہمنشینانِ رسالت سے جانشینانِ رسالت کا انتخاب ہوا اور انہی رشد راشدین سے پوری دنیا میں جو معرقات کی دعوت چلی اور منکرات سے بچنے اور نئے کی صدا لگائی گئی۔ قرآن کریم کی ان آیات میں رشد راشدین کی اساس یہی ہمنشینانِ رسالت ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی جانشینی میں دنیا میں نسب و رنگ کے امتیازات سے بالا ہو کر ایک قوم بنے تمام بنی نوع انسان کو ان کے فطری حقوق دیئے گئے ان کا ایک دین پر جمع ہونا عقل و فطرت اور سلطانی و درویشی کو ساتھ لے کر چلنا تھا۔

محمد (ﷺ) یعنی وہ حرفِ نخستیں ملکِ فطرت کا

محمد (ﷺ) یعنی وہ امضائے توقیعاتِ ربانی

وہ رابطہ عقل و فطرت کو کیا شیر و شکر جس نے

وہ فارقِ زہد سے جس نے مٹایا داغِ ربانی

جانشینانِ رسالت کن لوگوں میں سے آگے لائے گئے

جو لوگ اس وقت معروف بالاسلام تھے صرف وہ حضور اکرم ﷺ کے ہمنشین سمجھے جاتے تھے اللہ رب العزت نے انہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم اس پیغمبر کی جانشینی پاؤ گے خلافت تمہیں ملے گی۔

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور انہوں نے (نبی ﷺ کی ہم نشینی پا کر) نیک کام۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کو (آپ ﷺ کی اس ہم نشینی کی برکت سے) زمین میں حکومت دے گا۔“ (پ ۱۸، سورۃ النور: ۵۵)

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ پر بعد میں ایمان لائے ان پر بھی پہلے ایمان لانے والوں کی عظمت اور افضلیت کا اقرار ضروری رہا جس سے صاف عیاں ہے کہ بعد میں ایمان لانے والے پہلے ایمان لانے والوں کے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

صحابہ کا لفظ عموماً پہلے ایمان لانے والوں پر آتا رہا ہے

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں کوئی جھگڑا ہو گیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا:

يا خالد لا تسبوا احدا من اصحابي فواللذي نفسي بيده لو ان احداكم انفق مثل

احد ذهابا ما بلغ مدا حدهم ولا نصفه۔ (صحیح مسلم ۲/ ص ۳۱۰)

”اے خالد رضی اللہ عنہ! میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو نہ انہیں کہنا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے وہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مد خرچ کرنے بلکہ نصف مد خرچ کرنے کے برابر بھی نہ ہو سکے گا۔“

آپ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جو خود بھی صحابی تھے مگر وہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پہلے ایمان لانے والے سابقین اولین میں سے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو اپنا صحابی کہا، اس سے معلوم ہوا کہ صحبت رسالت ﷺ میں بھی عموم و خصوص کی نسبت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو ایمان کے ساتھ بیداری میں دیکھنے والے سب صحابی ہیں مگر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی کئی دفعہ یہ عموم و خصوص کی نسبت سامنے آتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس طرح صحابی کہنا بتلاتا ہے کہ اس دور میں بھی صحابیت میں عموم و خصوص کی نسبت قائم تھی ورنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود بھی تو صحابی تھے۔

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيُغْزَوْنَ فَتَأْمَنُ مِنَ النَّاسِ لِبِقَالِ هَلْ فِيكُمْ مِنْ صَاحِبِ رَسُولٍ

اللہ ﷻ فیقولون نعم فیفتح لہم ثم باتی علی الناس زمان فیزو لناس من الناس
فیقال هل منکم من صاحب اصحاب رسول اللہ ﷺ فیقولون نعم فیفتح
لہم۔ (صحیح بخاری جلد ۱، ص ۱۵۱، جلد ۲، ص ۳۰۹)

یعزو جيش فیقول هل لیکم من صاحب رسول اللہ ﷺ فیقولون نعم فیفتح لہم
ثم یزوز جيش فیقول هل لیکم من راي رسول اللہ ﷺ فیقولون نعم فیفتح لہم۔

ان روایات میں ہمیشہ اپنی رسالت مآب ﷺ کی صحبت رسول لفظ مصاحبت سے منقول ہے،
اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ صحابی وہی ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں آئیں اور حضور
اکرم ﷺ بھی ان کی صحبت چاہیں۔ صحبت رسول کا کامل معیار یہی ہے دوسری طرف منافق جب
حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آتے حضور اکرم ﷺ تو انہیں اپنی صحبت میں چاہنے والے نہ ہوتے
تھے اور وہ اسی طرح پھر کر چلے بھی جاتے تو اس سے یہ بات اور پختہ ہوتی ہے کہ منافقین حضور
اکرم ﷺ سے ہم نشین نہ ہو پاتے تھے۔

اس پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولما كان لفظ الصحبة فيه عموم و خصوص كان من اختص من الصحابة مما
يتميز به عن غيره يوصف بتلك الصحبة دون من لم يشركه فيها قال النسي ﷺ
في حديث ابى سعيد نخاعة بن الوليد لما اختصم هو و عبد الرحمن يا خالد
لا تسبروا صحابي۔ (فتاویٰ ج ۳۵، ص ۵۹)

”جب لفظ صحبت میں بھی عموم و خصوص ہے تو بعض حضرات اس وصف صحبت میں دوسروں
سے ممتاز ہونے میں خاص ظہرے کوئی دوسرا اس میں ان کا شریک نہ ہو سکا حضرت ابو
سعيد بن خالد کی روایت میں ہے جب ایک دفعہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد
بن ولید رضی اللہ عنہ میں کسی بات میں کچھ اختلاف ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو
مخاطب کر کے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کوئی سخت بات نہ کہو۔“

حالانکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی تو صحابی ہی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرق کیوں روا رکھا؟ یہ
اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ حقیقت اس طرح کھول دی ہوئی تھی:

(لَا يَسْتَوِي سَيِّدُكُمْ مِّنْ النَّفْسِ مَنْ أَنفَقَ مِّنْ قَبْلِ النَّفْثِ وَقَلَّ أُولَٰئِكَ أَكْثَرُكُمْ ذَرْجَةً مِّنَ الْآلِئِينَ
أَنفَقُوا مِّنْ بَعْدِ وَفَعَلُوا وَكَذَٰلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْخٰسِرِينَ) (ب ۲۷، سورة الحديد: ۱۰)

”برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑائی کی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو خرچ کریں اس کے بعد اور جنگ کریں اور وعدہ اللہ تعالیٰ کا سب سے جنت کا ہو چکا۔“

یہاں فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جو چلے تھے وہ چودہ سو کے قریب تھے جن کے صحابی ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا انہوں نے وہاں درخت کے نیچے حضور اکرم ﷺ سے بیعت کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی بیعت کہہ کر ان کے دلوں کو پوری دنیا میں کھول دیا اور ان کے ایمان کی خبر دے دی۔

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ جانشینانِ رسالت ہم نشینانِ رسالت سے بنی آگے چلیں گے اب ضروری تھا کہ ہم نشینانِ رسالت کے امتیازی خدو خال ہر شک و شبہ سے بالا اور دنیا کے ہر اندھیرے میں اُجالا ہوں یہ سوال اس لیے بھی اٹھا کہ جب کوئی تحریک ایک سیاسی طاقت بنتی ہے تو بعض اوقات اس کے دشمن انہیں دھوکہ دینے کے لیے یا ان کے رازوں پر مطلع ہونے کے لیے بھی ان میں گھس جاتے ہیں بیدار لوگوں کا کام ان سے بچنا اور انہیں ان کے مختلف اطوار سے سمجھنا ہوتا ہے اسلامی اصطلاح میں ایسے لوگوں کو منافقین کہتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو پہچان لینا سوسائٹی کی ایک بڑی خدمت ہوتی ہے۔

ہمنشینانِ رسالت اور منافقین ایک مخلوط سوسائٹی نہ تھے

حضور اکرم ﷺ نے جو امت بنائی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات کے آخر میں انہیں خیر امت کہا وہ منافقین کے ساتھ کسی ایک مخلوط سوسائٹی کے لوگ نہ تھے۔

قرآن کریم کہتا ہے منافقین اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر وہ اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہ دیں گے اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں پر کبھی اپنی چالوں سے غالب نہ آسکیں گے۔

قرآن کریم کی پیشن گوئی کہ منافقین مؤمنین پر کبھی غالب نہ آئیں گے
قرآن کریم میں خبر دی گئی ہے:

﴿وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ (ب ۱، سورۃ البقرة: ۹)

”لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں، مگر سمجھتے نہیں۔“

منافقین اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکہ دینا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ مؤمنین کو ان کے شر سے بچانے میں خود انہیں اندھیرے میں رکھنا چاہتا تھا اس لیے اس نے ان منافقین کو حضور اکرم ﷺ کا ہم نشین (ہم صحبت) نہ بننے دیا وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آتے جاتے پیغام لیتے دیتے تو رہے لیکن آپ ﷺ کے ہم مجلس ہو کر (صحابی کے پیرائے میں) کبھی آپ ﷺ کے پاس نہ بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہم نشینوں اور منافقوں میں ایسے ممتاز فاصلے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کی ان سے کچھ وقت کے لیے درگزر کرنے کی پالیسی کے باوجود انہیں کبھی صحابہ کرام کے ساتھ ایک مخلوط معاشرے میں نہ دیکھا گیا۔

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ منافقین حضور اکرم ﷺ کے پاس آتے جاتے تو تھے لیکن حضور اکرم ﷺ پر پہلے ایمان لانے والوں سے وہ کچھ عملی اور سماجی فاصلے میں ہی رہتے تھے بسا اوقات وہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے قریب وقوف اور لکیر کے فقیر تک کہہ دیتے تھے اور ان کے طرز عمل پر چلنے سے انکار کر دیتے تھے۔

یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس سماج میں مخلوط نہ ہوئے ہوں اور حضور اکرم ﷺ کے عملی اقرار رسالت کے باوجود ان میں اور صحابہ کرام کے ساتھ کچھ سماجی فاصلے قائم رہتے ہوں، ورنہ ان نو واردین کو ان پہلے مؤمنین کے طور پر ایمان لانے کی دعوت دینا اور ان کا اس سے انکار کرنا اور انہیں ناپسند کرنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کسی مخلوط سوسائٹی کے افراد کبھی آپس میں اس طرح دو جلتے نہیں بنتے اور نہ وہ اس طرح ایک دوسرے سے نفرت رکھتے ہیں۔

قرآن کریم نے انہیں ہم نشینان رسالت کے ساتھ دو حلقوں میں ذکر کیا ہے۔ ہم نشینان رسالت کو منافقین سے جدا ایک مختلف حلقہ بتلایا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت پر ذرا غور فرمائیں:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ امْسُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا اتُّمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (ب ۱، سورۃ البقرہ: ۱۳)

”اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے وہ پہلے لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم

ایمان لائیں جس طرح یہ بے وقوف ایمان لائے ہوئے ہیں؟“

قرآن کریم کی پیشگوئی کہ منافقین کبھی ایمان والوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے ہمیشہ کے لیے ہے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ منافقین صحابہ کرام پر ایسا غلبہ پالیں کہ ان پر حاکم بن جائیں۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ منافقین اللہ تعالیٰ اور مومنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر وہ اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہ دیں گے، اس سے صاف کچھ میں آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں پر کبھی اپنی چالوں میں غالب نہ آسکیں گے۔ سو غلبہ پانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کبھی کسی نفاق کا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

منافقین نبی اکرم ﷺ کے پاس رہتے نہ تھے

ہم نعتینا رسالت وہی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے پاس عام اٹھتے بیٹھتے اور آپ ﷺ کے پاس رہتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو کسی وقت غیر حاضر ہونے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ منافقین آپ کے پاس آتے جاتے تو تھے (جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: إِذَا جَاءَكَ الْمُُنَافِقُونَ) لیکن آپ ﷺ کے پاس رہتے نہ تھے۔ منافقوں کا آپس میں یہ مشورہ ہوا تھا کہ جو لوگ حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھتے ہیں ان پر کبھی کچھ خرچ نہ کرو تا کہ وہ آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ جائیں یہ اس کے سوا نہیں ہو سکتا کہ یہ منافق خود حضور اکرم ﷺ کے پاس عام اٹھتے بیٹھتے نہ ہوں۔ یہ آیت حضور اکرم ﷺ کے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں اور منافقین میں ایک فاصلہ بتلاتی ہے اور منافقین کے اس موقف کا بھی پتہ دیتی ہے کہ وہ مسلمانوں پر کبھی کچھ خرچ نہ کرتے تھے سو خرچ کرنے والے کسی طرح منافق نہیں سمجھے جاسکتے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا وَلِلَّهِ عِزُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴾ (ب: ۲۸، المنافقون: ۷)

”یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مت کچھ خرچ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ جائیں۔“

صرف آنے جانے والے شرف صحبت نہ پاتے تھے

رسول اللہ ﷺ نے مومنین کو ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ منافقین کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان کے ساتھ مل کر کھانے پینے سے پرہیز کریں تاکہ دونوں کسی سماجی پیرائے میں مخلوط نہ سمجھے جائیں۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ رکھا تھا کہ کچھ وقت کے لیے آپ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

لا تبصاحب الا مومنا ولا ياكل طعامك الا نقي۔

”تم مل جل کر صرف مومنوں کے ساتھ رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے ساتھ ہی تمہارا کھانا پینا رہے۔“ (جامع ترمذی ج ۳، ص ۶۲، سنن دارمی ج ۲، ص ۱۳۰)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صحابی وہی تھے جو ہمیشہ ان رسالت رہے وہ اور صرف آنے جانے والے اور کبھی کبھی ملنے چلنے والوں میں دو حلقوں کے لوگ ہو سکتے ہیں مومنین کبھی منافقین کے ساتھ مخلوط ہو کر نہ بیٹھتے تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم صرف معیت رسالت سے پہچانے جاتے تھے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف اس سے نہ پہچانے جاتے تھے کہ وہ کہتے ہوں کہ ہم حضور اکرم رضی اللہ عنہ پر ایمان لائے بلکہ دیکھا جاتا تھا کہ وہ حضور اکرم رضی اللہ عنہ کی معیت پائے ہوئے ہیں یا نہیں۔ قرآن کریم حضور اکرم رضی اللہ عنہ کی معیت پانے والوں کی یہ صفیں بتلاتا ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ تَوَاهٍ وَكُنَّا مُسْتَعِينُونَ فَغُلَّابًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا يَبْسُطُهَا فِي وَجْهِهِمْ مِنَ الْقُرْ

الْمُسْجُودِ﴾ (ب ۲۶، سورة الفتح: ۲۹)

”محمد رضی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ان کی معیت پانے والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں، آپ رضی اللہ عنہ انہیں رکوع و سجود میں دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے۔ ان کی پہچان ان کے چہروں سے ہے یہ ان کے بعدوں کے نشان ہیں۔“

اس آیت میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہم نشینوں کی علامات مذکور ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے یہ علامات کبھی منافقوں میں نہ دیکھی تھیں اب اس یقین سے چارہ نہیں کہ منافقین حضور اکرم رضی اللہ عنہ کی معیت ہرگز نہ پائے ہوئے تھے وہ صرف آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے رہے آپ کی ہمیشہ نہ پاس کے تھے۔ یہاں صرف حضور اکرم رضی اللہ عنہ کی معیت مذکور ہے ساتھ کوئی شرطیں نہیں ہیں آگے ان کی صفات ہیں اور وہ ان کی علامات ہیں۔

مقام صحابیت قرآن کی رو سے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کی راہ عمل میں حضور اکرم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک نشان میں جمع ہیں یہ ایک راہ عمل ہے اور مسلمان اس راہ پر چلنے والے ٹھہرتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُقَرَّبِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

”اور وہ جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور وہ مومنین کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں پہنچائیں گے اور وہ بری جگہ ہے پلٹنے کی۔“ (پ ۵، سورۃ النساء: ۱۱۵)

اس آیت کی رو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے اس طرح شریک عمل دکھائے گئے ہیں کہ ان کی مخالفت ان سے پیچھے رہنے والوں کے لیے جہنم کا دروازہ بتلائی گئی ہے اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ مقام کھلے طور پر متعین ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ پوری امت کے مطاع اور پیشوا ہیں اور ظاہر ہے کہ جو اس طرح ایک امت کے لیے نمونہ ٹھہریں وہ کسی اپنے علاقہ عمل کے ساتھ کسی مخلوط سوسائٹی میں نہیں رہ سکتے ایک دوسری جگہ اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (پ ۱، سورۃ آل عمران: ۱۱۰)

”اور تم بہترین امت ہو جو اوروں کے لیے سامنے لائے گئے ہو۔“

پھر یہ بات بھی ایک روشن راہ بتائی گئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری نسل انسانی کے لیے اس سچائی کے گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیسے حاصل کی جائے۔

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ
الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (پ ۲، سورۃ البقرہ: ۱۴۳)

”اور اسی طرح کیا ہم نے تمہیں تمام امتوں سے افضل تاکہ تم لوگوں پر (اللہ تعالیٰ کے دین کے) گواہ رہو اور یہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے۔“

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آسمان ہدایت کے ستارے ہیں دن کی روشنی جاتی رہے تو لوگ رات کو ستارے کی روشنی میں چلتے ہیں۔

﴿وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ﴾ (سورۃ النحل: ۱۶)

”اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔“

(جاری ہے)

صحابیات کی اسلامی خدمات

عاصم الہی ظہیر صاحب

گلستان نبوت کی مہکتی کھیاں، آفتاب رسالت کی ضوفشاں کرئیں سلطان مدینہ منورہ کی صحابیات طہیات طاہرات سیدات کا مستند دلاویز اور دلنشین تذکرہ کہ جنہیں پڑھ کر دور حاضر کی خواتین کے دلوں میں ان کے نقش قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہو۔

علمی کارنامے

اسلامی علوم یعنی قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض میں متعدد صحابیات کمال مہارت رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے پورا قرآن مجید حفظ کیا ہوا تھا۔ ہند بنت اسید، ام ہشام بنت حارثہ، راحلہ بنت حیان اور ام سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا قرآن حکیم کے بعض حصوں کی حافظہ تھیں۔

ام سعد رضی اللہ عنہا قرآن مجید کا درس بھی دیتی تھیں۔ تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص کمال حاصل تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان سے معتمد حصہ منقول ہے۔ حدیث میں ازواج مطہرات عموماً اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۲۲۱۰ روایات منقول ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۳۷۸ روایات منقول ہیں۔

عملی کارنامے

عملی کارناموں سے مراد صنعت و حرفت ہے۔ کتابت، تجارت، کھیتی باڑی اور خیاطت یعنی کپڑوں کی سلائی وغیرہ شامل ہیں۔ اسد الغابہ اور مسند امام احمد کی بیشتر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات رضی اللہ عنہا اکثر کپڑا بنا کرتی تھیں۔ کاشتکاری تمام صحابیات رضی اللہ عنہا نہیں کیا کرتی تھیں بلکہ وہ

مدینہ یا دیگر سرسبز مقامات کے باشندوں کے ساتھ مخصوص تھیں۔ مدینہ منورہ میں عموماً انصار کی عورتیں کا شکاری کیا کرتی تھیں۔ مہاجر عورتوں میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا مشغلہ بھی یہی تھا۔

صحابیات کے مذہبی کارنامے

مذہبی خدمات کے سلسلے میں سب سے اہم خدمت جہاد ہے اور صحابیات رضی اللہ عنہا نے جس جوش و خروش، خلوص، عزم اور استقلال سے اس خدمت کو سرانجام دیا اس کی مثال مشکل سے مل سکے گی۔ غزوہ احد میں جب کافروں نے حملہ عام کر دیا تھا اور نبی ﷺ کے ساتھ صرف چند جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم گئے تھے تو اس وقت حضرت ام مہارہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس پہنچیں اور کفار کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار جب آپ ﷺ کی طرف پیش قدمی کرتے تھے تو انہیں تیر اور تلواریں سے روکتی تھیں۔

پھر حضرت ام مہارہ رضی اللہ عنہا نے مسیلہ کذاب کے خلاف جنگ میں اس جوانمردی سے مقابلہ کیا کہ بارہ زخم کھائے اور آپ ﷺ کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔

اسی طرح غزوہ خندق میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا، اور یہودیوں کے حملہ کو روکنے کی جو تدابیر اختیار کیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ نہ صرف بری بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی صحابیات رضی اللہ عنہا شرکت کرتی تھیں۔ جب ۲۸ھ میں جزیرہ قبرص پر حملہ ہوا تو حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا اس میں شامل ہوئیں۔ میدان جنگ میں لڑنے کے علاوہ صحابیات رضی اللہ عنہا اور بھی خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ مثلاً:

(۱) سپاہیوں کو پانی پلاتا (۲) زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا (۳) شہداء اور زخمیوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے لے جانا (۴) تیر اٹھا کر دینا (۵) خورد و نوش کا انتظام کرنا (۶) قبر کھودنا اور فوج کو صحت دلانا وغیرہ۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیط رضی اللہ عنہا نے محکم بھر بھر کر غزوہ احد میں زخمیوں کو پانی پلایا تھا۔ ام سلیم اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور اس مقصد کے لیے وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صدقہ کی برکات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان کا صدقہ اس کی عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تکبر اور فخر (کی بیماریوں) کو مٹا دیتا ہے۔“ (طبرانی)

نکاحیہ کا کراہی مسئلہ

اس میں

اس مسئلہ کا اصل موضوع یہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ پر ایک طرف تو اس مسئلہ میں
اس مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ جس کی حیثیت سے ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ
نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا
حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ
مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ
نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی
کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟

عام اصولی گفتگو کے بعد

(۱) نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟

① نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی
کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟
نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی
کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟
نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی
کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟

② نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی
کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟
نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی
کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟
نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی
کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟
نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی
کیا حیثیت ہے؟ یہ مسئلہ ہے کہ نکاحیہ مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟

کر سکتے ہیں، میں نے وزیر تعلیم کا بیان پڑھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جلد ایکشن نہیں ہونگے، لہذا ہمیں اتنا خرچ کرنے کی فی الحال ضرورت نہیں ہے۔

⑤ کل بس یا بیگن کے ذریعہ نور پور سے ہو آئیں۔ بیگوں کے ۹۰۰ روپے ارسال ہیں۔

والسلام..... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۲۹ دسمبر ۱۹۸۹ء

(۲۰۶) سوالات کے شرعی جوابات

نوٹ: مخلص صاحب نے حضرت قائد اہل سنت سے چند شرعی مسائل کا استفسار کیا تھا اس مکتوب میں وہ سوالات و جوابات ہیں۔

① کیا امام جناح کیپ یا دوسری ٹوپی پہن کر نماز پڑھا سکتا ہے؟

جواب: پڑھا سکتا ہے۔

② ہمارے ہاں ایک نابینا عورت قرآن شریف پڑھتی رہتی ہے، جب کوئی اس کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کو تمسک کرتی ہے۔ کیا اس کا شرعی جواز ہے؟

جواب: قرآن مجید کا ثواب زندہ اور مردہ دونوں کو بخش سکتے ہیں، لیکن ہمارے ہاں یہ جو رواج ہے کہ جب اکٹھا کرتے ہیں تو باقی تمام پڑھنے والے کسی ایک کو ہلک کر دیتے ہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ جب کبھی کسی بھی میت کے لیے ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو وہ پہنچ جاتا ہے۔ خواہ زبان سے کہے یا نہ کہے۔

③ ہمارے ہاں (ہلکس میں) عرصہ سے جمعہ کا طریقہ کار یہ چلا آ رہا ہے کہ پہلے ایک اذان ہوتی ہے، آدھ گھنٹہ کے بعد دوسری اذان ہوتی ہے، اس کے بعد پہلا خطبہ ہوتا ہے جس میں خطبہ مسنون کے بعد پون گھنٹہ اردو میں تقریر ہوتی ہے، پھر دوسرا خطبہ عربی میں پڑھ کر جماعت کرا دی جاتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ میں نے ابا جان سے اس مسئلہ میں کافی بحث کی ہے لیکن وہ نہیں مانتے، فرماتے ہیں کہ عرب شریف میں ایسا ہی ہوتا ہے، وہ علیحدہ تقریر نہیں کرتے، ان کی زبان عربی ہے، وہ عربی میں تقریر کرتے ہیں، ہماری زبان اردو ہے لہذا ہم اردو میں تقریر کریں گے، اور جو علماء علیحدہ تقریر کرتے ہیں وہ خلاف سنت ہے۔ لہذا رہنمائی فرمائیں۔

جواب: پہلا خطبہ اردو میں اور دوسرا عربی میں ہو تو یہ بھی تو خلاف سنت ہے۔ اگر سامعین کو سمجھانے کے لیے پہلا خطبہ اردو میں دیا جاتا ہے تو دوسرا خطبہ بھی اردو میں ہی دینا چاہیے؟ تاکہ

سامعین اس کا مطلب بھی سمجھ سکیں۔ اور جو خطبہ عربی زبان میں دیتے ہیں، اس کا مطلب کیا ہے؟ اگر یہ دوسرا خطبہ عربی میں ضروری ہے تو پہلا بھی اس وجہ سے ضروری ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ یاد رہے کہ خطبہ جمعہ کا مقصد صرف سامعین کی زبان میں تقریر کرنا نہیں ہے بلکہ عربی نماز کی طرح عربی زبان میں خطبہ ضروری ہے۔ یہ قانونی بات ہے، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب فارس میں گئے تو وہاں انہوں نے خطبہ عربی زبان میں ہی پڑھا۔ حتیٰ کہ حضرت سلمان کا فارسی ٹائٹل، فارسی زبان جانتے تھے، جب وہ اپنے ملک میں گئے تو وہاں عربی زبان میں خطبہ پڑھا۔ علاوہ ازیں اسلاف اہل سنت اور اکابر دیوبند جس ملک میں بھی رہے یا گئے تو انہوں نے خطبہ عربی زبان میں پڑھا اور حسب ضرورت تقریر الگ سے کی۔ بہر حال اس ساری گفتگو میں خاص نکتہ یہ ہے کہ جو خطبہ پہلا خطبہ اردو میں دیتے ہیں، وہ دوسرا خطبہ اردو میں کیوں نہیں دیتے؟

سوال: محمد اسلم صاحب سانگ کلاں والوں کے ساتھ اس مسئلہ پر جو آنجناب کی بات چیت ہوئی تھی، وہ ریکارڈنگ حوالہ فرمادیں، تاکہ اس کی روشنی میں مزید فائدہ حاصل کیا جاسکے۔

جواب: سانگ کلاں کے خطیب صاحب قاضی محمد حسن مرحوم (نہ کہ اسلم) سے اس سلسلہ میں خط و کتابت ہوئی تھی، وہ خطبہ سے قبل تقریر سے متعلق تھی کہ خطبہ تو اصلاً عربی میں ہی ہوتا ہے، اور جو اپنی اپنی زبانوں میں تقریر ہوتی ہے وہ بطور وعظ و تلقین ہوتی ہے، اسی طرح عیدین کا خطبہ بھی عربی میں ہی ہوتا ہے، البتہ پہلے سامعین کے استفادہ کے لیے بطور وعظ و نصیحت تقریر کی جانی چاہیے۔

والسلام..... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۵ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

قارئین کرام!

کاغذ و طباعت سے متعلقہ جملہ امور میں اخراجات میں روز افزوں اضافہ کی وجہ سے ماہنامہ کی قیمت میں مجبوراً معمولی اضافہ کیا گیا ہے۔ جنوری ۲۰۱۹ء سے سالانہ ذریعہ تعاون ۳۵۰ روپے اور فی شمارہ ۳۵ روپے ہوگا امید ہے کہ احباب حسب معمول تعاون جاری رکھیں گے۔ (ادارہ)

بچوں کا صفحہ

خليفة الرسول ﷺ حضرت سيدنا ابو بكر صدیق رضی اللہ عنہ

سوال: خلیفہ بننے کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلا حکم کونسا جاری کیا؟

جواب: لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا حکم۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا: جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے خود روانگی کا حکم دیا تھا۔ میں اسے نہیں روک سکتا۔

سوال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت سنبھالتے ہی کن قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا؟

جواب: مکہ میں بنو غطفان، بنو قریظہ، بنو مرہ، بنو کنانہ کے علاوہ بعض دوسرے قبائل شامل تھے۔

سوال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ میں زکوٰۃ کی گفتگو سن کر کیا فرمایا؟

جواب: جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تشویشناک صورت حال پر نرم رویہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”خدا کی قسم! (اگر فرض زکوٰۃ میں سے) ایک رسی کا ٹکڑا بھی لوگ دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔“

سوال: بتائیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کب بیمار ہوئے اور کتنے دن بیماری کا اثر رہا؟

جواب: ۷ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو آپ ﷺ نے غسل فرمایا: شدید سردی کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ جس کی شدت مسلسل پندرہ دن رہی۔

سوال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کب وفات پائی؟

جواب: ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری بروز دوشنبہ مغرب اور عشاء کی نماز کے دوران آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

سوال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان پر وصال کے وقت آخری الفاظ کیا تھے؟

جواب: آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے: ”رَبِّ تَوْفِّئْ لِي مُسْلِمًا وَالْحَقِّيقِي بِالصَّالِحِينَ“ یعنی اے رب مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحین کے ساتھ میرا شریک۔

سوال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کن صحابہ رضی اللہ عنہم نے غسل دیا تھا؟

جواب: وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس اور آپ کے بیٹے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔

سوال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ کس صحابی نے پڑھایا تھا؟

جواب: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے۔

سوال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہاں دفنایا گیا اور کس نے آپ رضی اللہ عنہ کو قبر مبارک میں اتارا؟

جواب: آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے قریب دفن کیا گیا جسے گنبد خضرا اور روضہ رسول رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر میں اتارا۔

حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہم

سوال: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنا عرصہ خلافت کے منصب پر فائز رہے؟

جواب: دو سال تین ماہ گیارہ دن۔

نعت رسول

سیرت رسول اللہ کی

محمد تقی اعظم بھوپوری

- ☆ اسکو حاصل کیوں نہ ہو قربت رسول اللہ کی
- ☆ جسکے دل میں ہے کمین الفت رسول اللہ کی
- ☆ ہے قرآن پاک میں مدحت رسول اللہ کی
- ☆ اللہ اللہ شان یہ شوکت رسول اللہ کی
- ☆ دشمنوں کو گالیاں کھا کر بھی دیتے ہیں دعا
- ☆ کوئی دیکھے تو ذرا سیرت رسول اللہ کی
- ☆ ہیں مہرہ و خورشید روشن آپ ہی کے نور سے
- ☆ کس قدر پر نور ہے صورت رسول اللہ کی
- ☆ کیا سمجھ پائے کوئی انسان عروج مصطفیٰ
- ☆ لامکاں ہے ہے سوار نعت رسول اللہ کی
- ☆ خالق کونین کا وعدہ ہے کہ فردوس میں
- ☆ سب سے پہلے جائیگی امت رسول اللہ کی

ہیں وہی حقدار جنت کے زمانے کا خیم
جن کی نظروں میں رہے عظمت رسول اللہ کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دنیا کے لئے اتنی محنت کرنا مجھ پر اس درجہ ہے۔
آخرت کے لئے اتنی محنت کہہ کر مجھے وہاں پہنچے۔
اللہ کی رضا کے لئے کوشش کرنا اس کا امتداد ہے۔
حق اور نیک کرنا کہ میں عذاب سے بچنے کی طاقت ہے۔
صلوات اور نیکات سے ملنے کی محنت وہ ہے۔
جس سے وہ کہے تو ایسی جگہ پہنچاں تھے اور انہی کے

وہ کہتے تھے اللہ کے لئے محنت کرنا اور اللہ کی رضا کے لئے

محنت کرنا